ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.3 2025

شاہ ولی اللہ کے فکری نظریات کا خصوصی تجزیہ

A SPECIAL ANALYSIS OF SHAH WALIULLAH'S INTELLECTUAL THEORIES

Shahbaz Ahmad
Assistant Professor
Govt.Islamia Graduate College, Gujranwala
urwajanat1979@gmail.com
Ishrat Fatima
PHD scholar from gomal university of D.I khan.
ishratfatimat@gmail.com
Dr. Muhammad Asim Shahbaz
Instructor Islamic Studies
Department of Related Sciences
University of Rasul, Mandi Bahauddin
amasimshahbaz8@gmail.com

Abstract:
Shah Waliullah Dehlvi (1703-1762) holds a prominent position in the intellectual and scholarly history of the Indian subcontinent. He was not only a reformer, philosopher, and hadith scholar but also presented Islamic sciences from a new perspective. His thoughts deeply reflect the principles of ijtihad, renewal, and the formation of an Islamic socio-political system. The purpose of this study is to conduct a special analysis of Shah Waliullah's intellectual theories, focusing on his religious, social, economic, and political ideas.Shah Waliullah's thought was firmly rooted in the Quran and Sunnah, yet he integrated various schools of thought and philosophical perspectives to offer a fresh intellectual and spiritual approach to Islamic sciences. According to him, the true need for reform in Islamic society was internal purification and the establishment of a balanced system based on the principles of justice and equality. By linking Islamic teachings with social and economic development, he laid the foundation for an intellectual framework that remains relevant to the modern world.The most remarkable aspect of his intellectual contributions is his literary works, with Hujjatullah Al-Baligha being the most renowned. In this book, he explained the fundamental principles of Islamic law, society, and philosophy, emphasizing their practical application. His thought prominently included elements of social justice, economic balance, and moral development. He viewed Islamic teachings as a comprehensive social system that ensured the well-being of both individuals and society.Furthermore, Shah Waliullah analyzed the causes of Muslim decline and provided a theoretical framework for their revival. He opposed blind adherence (taqlid) and emphasized the significance of ijtihad, advocating for diversity and innovation in Islamic thought. In his view, the real issue was not merely external invasions but also internal weaknesses, sectarianism, and intellectual stagnation. Drawing from Islamic history, he demonstrated how ijtihad and intellectual expansion had historically strengthened Islamic civilization.This study will examine Shah Waliullah's ideas in the context of modern challenges and explore how his thought can provide solutions to contemporary social, political, and economic issues. It will highlight the unique aspects of his philosophy, including Sufism, ijtihad, Islamic economics, social reforms, and political philosophy. From this analysis, it can be concluded that Shah Waliullah's intellectual legacy is not only valuable for his own time but remains a significant asset for the Islamic world today.

Keywords: Intellectual Theories, Philosopher, Political ideas, Establishment, Hujjatullah Al-Baligha, Sufism, Islamic Economics, Ijtihad

شاہ ولی اللہ دہلوی (1762-1703) برصغیر کی علمی و فکری تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ نہ صرف ایک مصلح، فلسفی اور محدث تھے بلکہ انہوں نے اسلامی علوم کو ایک نئے زاویے سے پیش کیا۔ان کی فکر میں اجتہاد، تجدید اور اسلامی معاشرتی و سیاسی نظام کی تشکیل پر گہرا اثر نظر آتا ہے۔اس کا مقصد شاہ ولی اللہ کے فکری نظریات کا خصوصی تجزیہ کرنا ہے، جس میں ان کی دینی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی افکار کی وضاحت کی جائے گی۔ شاہ ولی اللہ کی فکر کی بنیاد قرآن و سنت پر تھی، لیکن انہوں نے مختلف مکاتب فکر اور فلسفیانہ نظریات کو یکجا کر کے اسلامی علوم میں نیا روحانی اور عقلی تناظر پیش کیا۔ان کے نزدیک اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لیے اصل ضرورت داخلی تزکیہ اور عدل و مساوات کے اصولوں پر مبنی ایک متوازن نظام کی تشکیل تھی۔انہوں نے اسلامی تعلیمات کو معاشرتی و اقتصادی ترقی کے ساتھ جوڑتے

ہوئے ایک ایسے علمی ڈھانچے کی بنیاد رکھی جو آج بھی جدید دنیا کے لیے قابل تقلید ہے۔ان کے فکری نظریات میں سب سے نمایاں پہلو ان کی تصنیفی خدمات ہیں، جن میں "حجۃ اللہ البالغہ "سب سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔اس کتاب میں انہوں نے اسلامی شریعت، معاشرت اور فلسفہ کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کی اور ان کے عملی اطلاق پر زور دیا۔ان کی فکر میں سماجی انصاف، معاشی توازن، اور اخلاقی ترقی جیسے عناصر نمایاں طور پر شامل ہیں۔ وہ اسلامی تعلیمات کو ایک جامع سماجی نظام کے طور پر دیکھتے تھے، جو فرد اور معاشرے دونوں کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔ مزید برآں، شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی زوال پذیری کے اسباب کا تجزیہ کیا اور ان کی بحالی کے لیے ایک نظریاتی فریم ورک فراہم کیا۔انہوں نے تقلید کی مخالفت کرتے ہوئے اجتہاد کی اہمیت پر زور دیا اور اسلامی فکر میں تنوع اور جدت پسندی کی حمایت کی۔ان کے نزدیک اصل مسئلہ صرف خارجی حملہ آور نہیں بلکہ داخلی کمزوری، فرقہ واریت اور فکری جمود بھی تھا۔انہوں نے اسلامی تاریخ سے مثالیں لے کر یہ واضح کیا کہ کس طرح ماضی میں اجتہاد اور فکری وسعت نے اسلامی تہذیب کو مضبوط کیا۔ یہ شاہ ولی اللہ کے نظریات کا جدید تقاضوں کے تناظر میں جائزہ لے گی اور یہ دیکھے گی کہ کس طرح ان کی فکر آج کے سماجی، سیاسی اور اقتصادی چیلنجز کا حل فراہم کر سکتی ہے۔ اس خصوصی مطالعے میں ان کی فکر کے منفرد پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے گا، جن میں تصوف، اجتہاد، اسلامی معیشت، سماجی اصلاحات اور سیاسی فلسفہ شامل ہیں۔اس تجزیے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی فکری وراثت نہ صرف ان کے دور میں بلکہ آج بھی اسلامی دنیا کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہے۔

دور جدید کی نئ فکری اور عملی توانائیوں کی حامل یورپی اقوام کے سامنے مذہب ایک جامد اور ناترقی پذیر عنصر کی حیثیت سے سامنے آیا۔ مسیحی مذہب چونکہ علمی اور تمدنی ترقی کا ساتھ دینے کے قابل نہیں تھا لہٰذا اصلاح کرنے کی صلاحیت نہ ہونے کے سبب خرابیوں سے سمجھوتہ کر چکا تھا۔علوم کی ترقی کے نتیجے میں دور جدید کی ذہنی و فکری نشو و نما اور نشاۃ ثانیہ کی وسعت و فراخی کے باعث یورپ میں فکر و ضمیر کی حریت اور مادی ترقی کے وسیع امکانات پیدا ہو چکے تھے۔ پولوسی عقائد کے زیر اثر رہبانی تصورات پر مبنی عیسوی مذہب اس کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔اس کے لیے کسی زندہ اور بلند پایہ مذہب کی ضرورت تھی جو فکری اور عملی میدان میں زندگی کے حقائق سے ہم آہنگ اور نفس کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ فطرت اور کائنات کے سربستہ رازوں کی تسخیر کی حوصلہ افزائی کرتا ہو۔ تحریک اصلاح مذہب کے دوران مسیحیت پر اٹھائے گئے اکثر سوالات بہت معقول اور صورتحال کا درست تجزیہ کرتے تھے۔ مذہب کی حقیقی اصلاح کی واحد صورت یہ تھی کہ وحی اور الہام پر مبنی مذاہب کے تازہ ترین اور آخری ایڈیشن یعنی اسلام کی طرف رجوع کیا جاتا اور مذہب اور علوم وحی کو اسلام کی پیش کردہ تعلیمات کی روشنی میں پرکھا جاتا، لیکن بدقسمتی سے مسیحی یورپ میں مسلمانوں کے ساتھ تاریخی معرکہ آرائیوں اور صلیبی جنگوں کو نہیں بھلایا جاسکا تھا۔ دوسری جانب مسلم اقوام کا اپنا مجموعی طرز عمل بھی ایسا نہ تھا کہ مسلمانوں ہی کو دیکھ کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا جاتا۔ بہر حال بدقسمتی سے تحریک اصلاح مذہب اور دور نشاۃ ثانیہ میں مغرب کی اصلاح مذہب کی کوشش اور روشنی کی تلاش (دور تنویر) کا سفر انسانیت کو حقیقی روشنی نہ دے سکا۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں یہ دور انتہائی پر آشوب دور شمار ہوتا ہے۔اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں عالمگیر کے انتقال کے بعد مغلیہ سلطنت کے زوال کی جانب سفر کے نتیجے میں انتظامی اور سماجی سطح پر سخت ابتری کی صورتحال نمودار ہوئی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی پوری زندگی اس افراتفری کے دور میں گزری۔ یہ وہی دور ہے جس میں مغربی لادینیت اور الحاد کے اثرات برطانوی استعمارات کے ذریعے ہندوستان میں پہنچنے لگے۔ شاہ صاحب نے اس بڑھتے ہوئے چیلنج کا مقابلہ کیا۔ آپ کی تصانیف خصوصاً "حجۃ اللہ البالغہ" اور "البدور البازغہ" میں اسی دور کے علمی چیلنج (خالص عقلی اور افادی طرز فکر، مذہب پر عمومی بے اعتمادی، الحاد و لادینیت اور انسانی سماج کیلئے بدلتے دور کی ضروریات کے مطابق عمرانی اور معاشی نظام کی تلاش کا جواب دیا گیا ہے۔ شاہ صاحب نے صرف مغربی فلسفہ کا رد ہی نہیں کیا، بلکہ اس کے بالمقابل اسلامی فلسفہ کی ایک عظیم الشان عمارت بھی کھڑی کر دی جس میں مابعد الطبیعیات، اخلاق، نفسیات تصوف، معاشیات اور عمرانیات فطری، عقلی اور استدلالی بنیادوں پر استوار ہیں اور یہ فلسفہ جدید دور کے تمام سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔[1]

شاہ ولی اللہ کی فکری تشکیل میں عقل کی بنیاد

شاہ ولی اللہ کی گہری بصیرت نے یہ بھانپ لیا تھا کہ یورپ میں عقلی تحریکوں کے فروغ اور برصغیر میں یورپی اقوام کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کے نتیجے میں ایک جدید اعتزال کا ظہور ہونے والا ہے۔ جلد ہی ایک ایسا طبقہ ابھرے گا جو وحی کے مقابلے میں عقل کو برتر سمجھے گا اور نصوصِ شرعیہ کو عقلی معیارات پر پرکھے بغیر قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے مطابق، بارہویں صدی کے بعد ہندوستان اور عالمِ اسلام میں مختلف تعلیمی، تمدنی، علمی اور فکری عوامل کی بنا پر ایک

---

[1] ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021، ص26
Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021, p. 26.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

منفرد عقلی رجحان ابھرنے والا تھا۔ احکام شریعت کے اسرار و مصالح کی کھوج کا عمومی ذوق پیدا ہونے جارہا تھا، جس کے نتیجے میں کئی ذہنوں کے بھٹکنے اور کئی قلموں کے بہکنے کا خدشہ تھا۔ خصوصاً حدیث اور سنت، بعض مخصوص وجوہات کی بناپر، اعتراضات اور شبہات کا سب سے زیادہ ہدف بننے والی تھیں۔[2] اس خطرے کو بھانپتے ہوئے ہوئے شاہ صاحب کی رائے یہ تھی کہ شریعت اسلامیہ کی حکمتوں اور مصالح کو جدید دور کی علمی سطح کے مطابق بیان کیا جائے تا کہ دور جدید کے الحاد اور فلسفیت کے نتیجے میں اسلام کو اسی صورتحال کا سامنا نہ کرناپڑے جس کا سامنا یورپ میں مسیحیت کو کرناپڑا۔ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ کی ابتداء میں لکھتے ہیں۔

وان الشريعة المصطفوية اشرقت في هذا الزمان على ان تبرز في قمص سابغة من البرهان[3]

(اور شریعت مصطفوی اس زمانہ میں اس طور پر ابھر رہی ہے کہ وہ استدلال (عقلی حجت و برھان) کے کامل لباس میں ظاہر ہو)

وہ جدید دور کے نئے تقاضوں کے مطابق تعبیر شریعت کے نئے اسلوب کی ضرورت کے بیان میں لکھتے ہیں۔

ولا سبيل الى دفع هذه المفسدة الا بأن تبين المصالح و توسس لها القواعد كما فعل نحو من ذلك في مخاصمات اليهود و النصاربوالدهرية وامثالهم[4]

(اور (اب) اس قسم کے مفاسد کو دور کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ دین کے (عقائد واعمال) کی (عقلی) مصلحتیں بیان کی جائیں اور ان کے لیے (بطور فن کے قواعد وضع کیے جائیں جیسا کہ یہود و نصاری، دہریہ اور ان جیسے دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں ایسا ہی کچھ کیا جاچکا ہے۔)

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے مطابق ان نئے تقاضوں سے صحیح طور پر وہی شخص عہدہ برآ ہو سکتا تھا جو کتاب و سنت، علوم حکمت، علم کلام، علم الاخلاق، علم النفس (اور اپنے زمانہ کے حدود کے اندر) علم الاقتصاد، علم المعیشت اور علم سیاست سے واقف ہو، پھر ان سب کے ساتھ احسان اور تزکیہ کے فن کے جوہر و حقیقت سے نہ صرف آگاہ بلکہ اس میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو۔[5]

اسی ضرورت اور وقت کے اہم ترین تقاضے کو پورا کرنے کیلئے آپ نے شریعت اسلامیہ کے عقلی دلائل و براہین کو ایک فن کی صورت میں مدون فرمایا، اس کے اصول و مقاصد وضع فرمائے اور اسے فن کی صورت دیتے ہوئے حجۃ اللہ البالغہ تصنیف فرمائی جس میں ابواب و فصول کے تحت فن اسرار کے قواعد وضوابط اور اصول و قوانین وضع فرما کر ہر باب میں اس کے مناسب عقلی دلائل و براہین کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم فرمایا۔ "آپ نے فنی طور پر ابواب دین میں عقل و نقل کا صحیح مقام واضح فرماتے ہوئے ان دونوں کی باہمی نسبت اور حقیقی توازن کی صورت واضح فرمائی۔ آپ نے عقل سے کسی عقیدہ کا استفادہ کرنے کی بجائے اسے عقائد واحکام شرعیہ کے لیے موید مثبت اور دشمنان حق پر الزام قائم کرنے کا ایک وسیلہ قرار دیا۔[6]

مولانا ندوی کے مطابق اسلام کی یہ مربوط و جامع ترجمانی جو حجۃ اللہ کے صفحات میں دیکھنے میں آتی ہے، بہت کم دینی تصنیفات میں نظر آئے گی، اس طرح حجۃ اللہ البالغہ اس جدید دور عقلیت کیلئے ایک نیا علم الکلام بن گیا ہے، جس میں ایک حق پسند و سلیم الطبع انسان کیلئے (جس کو علمی استعداد اور دقت

---

[2] ابوالحسن علی ندوی، مولانا، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 2012، ج5، ص215
Abu al-Hasan Ali Nadwi, Maulana, Tareekh-e-Dawat-o-Azeemat, Majlis Nashriyat-e-Islam, Karachi, 2012, Vol. 5, p. 215.

[3] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج1، ص82
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p. 82

[4] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج1، ص138
Shah Waliullah Dehlvi, *Hujjatullah Al-Baligha*, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p. 138

[5] ندوی، سید ابوالحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، 2011، ج5، ص217
Nadwi, Syed Abu al-Hasan Ali, Tareekh-e-Dawat-o-Azeemat, Majlis Tahqiqat wa Nashriyat-e-Islam, Lucknow, 2011, Vol. 5, p. 217.

[6] نانوتوی، محمد قاسم، حکمت قاسمیہ، اشرفی بکڈپو دیوبند، 2005، ص16
Nanotvi, Muhammad Qasim, Hikmat-e-Qasmiya, Ashrafi Book Depot, Deoband, 2005, p. 16

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نظر کا بھی کچھ حصہ ملا ہو) تشفی کا وافر سامان ہے، ہمارے علم میں کسی مذہب کی تائید اور اس کی حکیمانہ توجیہ و تشریح میں (ان زبانوں میں جن سے ہم واقف ہیں)اس پایہ کی کتاب نہیں لکھی گئی اور اگر لکھی گئی تو اس وقت علمی دنیا کے سامنے نہیں ہے۔[7]

مولانا عبد الحق حقانی (تفسیر حقانی، وعقائد الاسلام) حجۃ اللہ البالغہ کے ترجمہ نعمۃ اللہ السابغہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ جس فن میں یہ کتاب ہے آپ سے پہلے کسی نے اس کو ایک جگہ جمع نہ کیا تھا، اس فن کا موضوع نظام تشریع محمدی ''من حیث المصلح المفید ہے اور غایت اس کی یہ ہے کہ انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام میں نہ کچھ تنگی ہے، نہ وہ خلاف فطرت سلیمہ ہیں تا کہ ان پر انسان کو پورا وثوق ہو جائے اور ان کو فطرت پر مبنی باتیں سمجھ کر دل ان کی طرف کھینچ آئے اور کسی مسلک کے بہکانے سے دل میں شبہ نہ پڑ جائے اور حد اس کی یہ ہے کہ وہ علم جس میں قوانین دینیہ اور احکام شرعیہ کی حکمت معلوم ہوتی ہے اور مبادی اس کے تمام علوم ہیں۔[8]

علم اصول الدین جیسے فنی، اصولی اور غامض موضوع پر جس بھی انداز میں لکھا جائے موضوع کی مشکل اور مسائل کی دقت کے سبب تحریر میں تدقیق پیدا ہونا لازمی اور عمومی بات ہے لیکن شاہ صاحب کی زیر نظر تصنیف اس موضوع پر اپنی مثال آپ ہے۔ شاہ صاحب کے طرز تحریر میں مقصدیت اور معنویت نظر آتی ہے۔ ہر چند کہ آپ کا اسلوب انتہائی اختصار پسندانہ ہے جس کی وجہ سے کہیں کہیں آپ کی عبارتوں کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن فصاحت و بلاغت کا بہترین نمونہ لیے ہوئے ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے بقول۔ شاہ صاحب کی تصانیف کے ہزاروں صفحے پڑھ جاؤ آپ کو یہ معلوم ہی نہیں ہو گا کہ یہ بارھویں صدی ہجری کے پُر آشوب زمانے کی پیداوار ہے جب ہر چیز بے اطمینانی اور بدامنی کی نذر تھی۔ صرف یہ معلوم ہو گا کہ فضل و علم کا ایک دریا ہے جو کسی شور و غل کے بغیر سکون و آرام کے ساتھ بہہ رہا ہے جو زمان و مکان کے خس و خاشاک کی گندگی سے پاک وصاف ہے۔[9] شبلی اپنی کتاب ''علم الکلام''میں مسلمانوں میں علم الکلام کی نشو و نما اور اس کے ارتقاء پر بحث کرتے ہوئے جہاں امام غزالی، امام رازی، ابن رشد اور امام ابن تیمیہ کا ذکر کرتے ہیں وہاں وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا، اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا، لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا مقصود تھا، چنانچہ آخر زمانے میں، جب اسلام کا اثر و نفوذ زوال پذیر ہو چکا تھا، شاہ ولی اللہ جیسا عبقری شخص پیدا ہوا، جس کی نکتہ سنجیوں کے سامنے امام غزالی، فخر الدین رازی اور ابن رشد جیسے عظیم مفکرین کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔[10]

شاہ ولی اللہ کی ہمہ جہت علمی بصیرت

شاہ ولی اللہ دہلوی کی علمی بصیرت ہمہ جہت تھی، جو دینی، سماجی، فلسفیانہ، اقتصادی اور سیاسی شعبوں پر محیط تھی۔ ان کی فکر میں اسلامی روایات کی پاسداری اور جدید علمی رجحانات کی آمیزش واضح نظر آتی ہے، جو ان کی ہمہ جہتی کا مظہر ہے۔ اس تحقیق کا مقصد شاہ ولی اللہ کی علمی جامعیت کا جائزہ لینا ہے، تاکہ ان کے فکری اور عملی اثرات کو واضح کیا جا سکے۔ شاہ ولی اللہ نے اسلامی علوم میں ایک نیا طرزِ فکر متعارف کرایا، جو قرآن و سنت کی تعبیر، اجتہاد کی اہمیت، اور اسلامی معیشت کے اصولوں کو جدید تناظر میں دیکھنے پر مشتمل تھا۔ ان کے مطابق، اسلامی معاشرت کی تشکیل میں عقل، وحی اور تجربے کا متوازن امتزاج ضروری ہے۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات کو صرف نظریاتی سطح تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کے عملی نفاذ پر بھی زور دیا۔ ان کی مشہور تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" میں اسلامی شریعت کے اصولوں، ان کی فلسفیانہ بنیادوں اور ان

---

[7] ندوی، سید ابو الحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، 2011، ج5، ص215
Nadwi, Syed Abu al-Hasan Ali, Tareekh-e-Dawat-o-Azeemat, Majlis Tahqiqat wa Nashriyat-e-Islam, Lucknow, 2011, Vol. 5, p. 217.

[8] ندوی، سید ابو الحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، 2011، ج5، ص228
Nadwi, Syed Abu al-Hasan Ali, Tareekh-e-Dawat-o-Azeemat, Majlis Tahqiqat wa Nashriyat-e-Islam, Lucknow, 2011, Vol. 5, p. 228

[9] ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021، ص26
Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021, p. 26.

[10] علامہ، شبلی نعمانی، علم الکلام اور الکلام، نفیس اکیڈمی اردو بازار، لاہور، 2012، ص87
Allama Shibli Nomani, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Nafees Academy, Urdu Bazar, Lahore, 2012, p. 87.

کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔شاہ ولی اللہ کی علمی بصیرت میں حدیث، فقہ، تفسیر، فلسفہ، اور تصوف جیسے علوم کو ایک مربوط فکری نظام کے تحت یکجا کرنے کی صلاحیت نمایاں تھی۔انہوں نے حدیث کے اصولوں کو از سر نو منظم کیا اور اجتہادی رویے کو فروغ دیا، تاکہ اسلامی شریعت کو نئے چیلنجز کے مطابق نافذ کیا جا سکے۔ان کا تصورِ اجتہاد تقلیدِ محض سے ہٹ کر ایک متحرک فکری رویہ پیش کرتا ہے، جس کا مقصد اسلامی احکام کو حالاتِ زمانہ کے مطابق مؤثر بنانا تھا۔شاہ ولی اللہ نے اسلامی معیشت پر بھی گہری نظر ڈالی اور معاشی ناہمواریوں کے سدباب کے لیے عدل و انصاف پر مبنی اقتصادی نظام کی ضرورت پر زور دیا۔ان کے مطابق، اسلامی اصولوں پر مبنی معیشت ہی ایک منصفانہ اور متوازن سماج کی تشکیل میں معاون ہو سکتی ہے۔وہ اقتصادی ناہمواری کو اسلامی تعلیمات کے منافی تصور کرتے تھے اور دولت کی غیر مساوی تقسیم کو اسلامی معاشرت کی کمزوری قرار دیتے تھے۔ان کی علمی فکر میں تصوف کا عنصر بھی شامل تھا، مگر یہ محض روایتی تصوف نہیں تھا بلکہ ایک متحرک اور عملی اصلاحی نظام تھا، جو فرد کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ اجتماعی فلاح پر بھی زور دیتا تھا۔ان کے نزدیک تصوف کا اصل مقصد انسان کے اندر ایسی روحانی بصیرت پیدا کرنا تھا جو اسے حق و باطل کے مابین تمیز سکھا سکے اور ایک صالح اسلامی معاشرے کے قیام میں مددگار ثابت ہو۔یہ شاہ ولی اللہ کی ہمہ جہت علمی بصیرت کا ایک جامع تجزیہ پیش کرتی ہے، جس میں ان کے فکری ورثے کو جدید دور کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ان کے نظریات آج بھی اسلامی دنیا میں فکری و عملی اصلاح کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔[11]

دین کی حکمت و اسرار کی وضاحت، شاہ ولی اللہ کا منفرد کلامی انداز

شاہ ولی اللہ دہلوی نے اگرچہ علم الکلام کے عنوان سے باقاعدہ کوئی تصنیف نہیں لکھی، لیکن ان کی شہرۂ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ کو علمِ اسرارِ دین، یعنی احادیث کے باطنی حکمتوں اور دینی احکام کے اسرار کی توضیح کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے۔اس عظیم الشان تصنیف میں نہ صرف اسلامی عقائد کی مدلل وضاحت کی گئی ہے، بلکہ مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کے علمی و عقلی انداز میں جوابات بھی فراہم کیے گئے ہیں۔شاہ ولی اللہ نے اسلامی شریعت کے ہر پہلو کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ دینِ اسلام کے تمام احکام و عقائد نہ صرف فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ ہیں بلکہ عقلِ سلیم کے عین مطابق بھی ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ کا بنیادی مقصد

شاہ ولی اللہ کی اس تصنیف کا بنیادی مقصد دینِ اسلام کی معجزانہ نوعیت کو اجاگر کرنا اور اسلامی احکام و عقائد کی معقولیت کو ثابت کرنا تھا۔انہوں نے اسلامی احکام و ہدایات کو نہایت موثر اور خوبصورت انداز میں واضح کیا۔کتاب میں درج ذیل اہم متکلمانہ موضوعات پر بحث کی گئی ہے:

- فطرت و عادتِ الٰہیہ
- انسان کو مکلف پیدا کرنے کی علت
- روح کا تصور
- سزا و جزا
- حیات بعد الموت
- نبوت کی حقیقت
- مذہب کی ضرورت

کتاب کی انفرادیت

یہ کتاب اپنی جامعیت اور گہرائی کی وجہ سے دیگر فقہی و کلامی کتب سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔اس میں:

- فقہ، حدیث، عقائد، عبادات اور معاملات کے ابواب شامل ہیں۔
- تدبیر منزل، خلافت و قضاء، معیشت اور آدابِ صحبت پر بھی تفصیلی مباحث کی گئی ہیں۔
- اخلاق، معاشرت، تمدن اور معیشت جیسے موضوعات کو شامل کیا گیا ہے، جو عام طور پر کسی فقہی یا کلامی کتاب میں نہیں پائے جاتے۔

شاہ ولی اللہ کا استدلالی انداز

---

[11] سندھی، مولانا عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، مرتب، پروفیسر محمد سرور، بیت الحکمت، دہلی، 1998، ص 24
Sindhi, Maulana Ubaidullah, Shah Waliullah aur unka Falsafa, Edited by Professor Muhammad Sarwar, Bait-ul-Hikmat, Delhi, 1998, p. 24.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

شاہ ولی اللہ نے اپنے کلامی اسلوب میں روایتی فلسفیانہ اور منطقی دلائل کی بجائے انسانی فطرت، معروفات و منکرات، اور نوع انسانی کی مخصوص خصوصیات کو بنیاد بنا کر دلائل دیے۔ ان کے کلامی نظریے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ کسی بھی عمل، عقیدہ یا خلق کی حقانیت کو دنیا کے عام افراد میں اس کے مشترک ہونے کی بنیاد پر ثابت کرتے ہیں۔ یہ فکر فلسفے کی اصل سے جڑی ہوئی ہے اور ایک نایاب گوہر کی حیثیت رکھتی ہے۔[12]

حکمت اور موعظہ حسنہ پر مبنی انداز

شاہ ولی اللہ کا استدلالی طرزِ بیان ہر دور اور ہر طبقہ انسانی کے لیے یکساں حجت کی حیثیت رکھتا ہے اور کلامی ابحاث میں حکمت اور موعظہ حسنہ کی ایک بہترین مثال ہے۔ شبلی نعمانی کے مطابق، شاہ ولی اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے احکامِ شریعت کے اسرار و حکمتوں پر تفصیلی روشنی ڈالی، جب کہ ان سے پہلے کی تصنیفات زیادہ تر عقائد سے متعلق تھیں۔ انہوں نے دین کے عملی پہلو کو نہ صرف اجاگر کیا بلکہ اسے ایک علمی و فکری بنیاد بھی فراہم کی۔[13]

شریعت کی معجزانہ حیثیت

شاہ ولی اللہ "حجۃ اللہ البالغہ " کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ جس طرح قرآن کا فصیح و بلیغ نظم اس کا معجزہ ہے، اسی طرح اسلامی شریعت بھی ایک معجزہ ہے، کیونکہ ایسی جامع اور کامل شریعت وضع کرنا انسانی عقل و قوت سے باہر ہے۔ وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت کسی مخصوص زمانے یا قوم کے لیے نہیں بلکہ ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے یکساں طور پر قابلِ عمل ہے۔ شاہ ولی اللہ کے منفرد کلامی اسلوب نے اسلامی عقائد کو نہ صرف مستحکم دلائل کے ساتھ پیش کیا بلکہ ان کی معقولیت اور آفاقیت کو بھی اجاگر کیا۔ ان کی فکر آج بھی دینی، فلسفیانہ اور معاشرتی مسائل کے حل کے لیے ایک اہم بنیاد فراہم کرتی ہے۔ ان کا علمی کارنامہ علم الکلام میں ایک نئے منہج کی حیثیت رکھتا ہے، جو دین کے عقلی اور عملی دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔[14] شاہ صاحب خود اپنی کتاب کی تصنیف کے محرکات اور دواعی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علوم حدیث میں سب سے باریک، دقیق و عمیق، رفیع و بدیع علم، اسرار دین کا وہ علم ہے جس میں احکام کی حکمتیں اور ان کے لمیات اور خواص اعمال کے اسرار و نکات بیان کئے جائیں، جن کے ذریعہ انسان شریعت کی لائی ہوئی چیزوں کے بارے میں صاحب بصیرت بن جاتا اور خلط وضبط سے محفوظ رہتا ہے۔[15] شاہ صاحب حکمت شرعیہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

هو علم يبحث فيه عن حكم الاحكام ولمياتها، واسرار خواص الاعمال و نكاتها

(یعنی حکمت شرعیہ وہ فن ہے جس میں احکام شرعیہ کی حکمتوں اور علتوں سے اور اعمال
اسلامیہ کی خصوصیات کے رموز و نکات علم سے بحث کی جاتی ہے)

علم اسرار دین کی غرض وغایت

علم اسرار دین کی غرض وغایت شریعت مصطفویہ میں بابصیرت ہونا ہے جو مومن حکمت شرعیہ سے واقف ہوتا ہے وہ اللہ تعالی اور رسول اللہ علیم کے فیصلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتا۔ اس میں انقیاد تام پیدا ہوتا ہے۔ دین پر کمال وثوق اور اطمینان کلی نصیب ہوتا ہے اور وہ شریعت اسلامیہ کی اس طرح نگہداشت کرتا ہے کہ اس کا نفس بالکلیہ اس کی طرف کھنچ جاتا ہے اور اس راہ کے خلاف کسی اور راہ کی طرف نفس مائل نہیں ہوتا اور کسی متلک اور بہکانے والے کا اس پر داؤ نہیں چلتا۔ چنانچہ علم اسرار دین کی غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔[16]

---

[12] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج 1، ص 131
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p.131

[13] ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021، ص 127
Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021, p. 127

[14] ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021، ص 188
Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021, p. 188

[15] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج 1، ص 93
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p.93

[16] شمس الرحمن محسنی، شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور، 1946، ص 112
Shamsur Rahman Mohsini, Shah Waliullah ke Imrani Nazariye, Sindh Sagar Academy, Lahore, 1946, p. 112.

فهو عدم وجدان الحرج فيما قضى الله ورسوله والانقياد لتام للاحكام الآلية، وكمال الوثوق والاطمئنان بها، والمحافظة عليها بحيث تنجذب اليها النفس بالكلية، ولا تميل الى خلاف مسلكها[17]

رہی فن حکمت شرعیہ کی غایت: تو وہ تنگی نہ پانا ہے ان باتوں میں جن کا اللہ تعالی اور رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے اور احکام خداوندی کی مکمل فرمانبرداری کرتا ہے اور ان پر کامل اعتماد اور پورا اطمینان کرنا ہے اور ان کی اس طرح نگہداشت کرنا ہے کہ نفس ان احکام کی طرف بالکلیہ کھنچ جائے اور ان کی راہ کے برخلاف راستہ کی طرف نفس مائل نہ ہو) غرض علم اسرار الدین میں ایک تو احکام شرعیہ کی حکمتوں اور علتوں کی جستجو کی جاتی ہے، دوسرے اعمال اسلامیہ کی خصوصیات کے بارے میں گفتگو کی جاتی ہے۔ مثلاً نماز قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، روزہ تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، حج محبت الٰہی پیدا کرتا ہے، زکوۃ غم خواری کا جذبہ ابھارتی ہے اور خود غرضی کی جڑ کاٹتی ہے، ان اعمال اسلامیہ کی ان خصوصیات کا راز الٰہی کیا ہے؟ یہ مخصوص اعمال مخصوص آثار کیوں پیدا کرتے ہیں؟ فن حکمت شرعیہ میں اس سے بحث کی جاتی ہے۔

کلامی اصول وفروع میں سابقہ نظریات سے انحراف اور اس میں توسیع

شاہ ولی اللہ اپنے اصول بیان کرتے ہوئے اس مغالطے اور اشکال کو بھی رفع کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی تحقیقات میں بعض آراء ایسی ہیں جن کے متعلق جمہور علماء سے کوئی قول منقول نہیں۔ تاہم، وہ اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ ان کے یہ نظریات محض ان کے ذاتی افکار نہیں، بلکہ اہلِ علم اور اہلِ معرفت کی ایک جماعت ان کی تائید کرتی رہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"عنقریب آپ مجھے پائیں گے کہ جب مجھ پر زورِ بیان غالب آئے گا اور میں اصول وضع کرنے میں زیادہ گہرائی میں اتروں گا، تو بعض اوقات ایسے امور کا ذکر کروں گا جو علمائے علمِ کلام میں سے جمہور مناظرین نے نہیں کہے، جیسے اللہ تعالی کا آخرت میں مخصوص مواقع پر تجلی فرمانا، ایک ایسے عالم کا اثبات جو مادی نہیں ہے، اعمال اور نیتوں کا جزا و سزا کے ساتھ گہرا تعلق، اور تقدیرِ مبرم جیسے پیچیدہ مسائل پر بھی میں نے محض جرأتِ رائے سے کام نہیں لیا، بلکہ اس بنیاد پر کلام کیا ہے کہ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور سلفِ صالحین کے ارشادات ان کی تائید کرتے ہیں۔ پس یہ بات جان لینی چاہیے۔"[18]

جمہور امت کے طرزِ عمل کا تجزیہ

شاہ ولی اللہ کلامی آراء کے آغاز واختلاف کے بعد جمہور امت کے طرزِ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان کے نزدیک "اہل السنۃ" کسی مخصوص مکتب فکر کا نام نہیں بلکہ وہ تمام لوگ اس دائرے میں شامل ہیں جو دین کے بدیہی اور بنیادی اصولوں پر کاربند ہیں۔ وہ اہلِ قبلہ میں پیدا ہونے والے فکری اختلافات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

نصوصِ صریحہ سے ثابت شدہ مسائل

یہ وہ مسائل ہیں جن پر قرآن وحدیث نے وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور صحابہ وتابعین نے انہیں جوں کا توں قبول کیا ہے۔ بعد میں جب مختلف فکری مکاتب پیدا ہوئے تو کچھ گروہ ان مسائل میں دو مختلف رویے اختیار کر گئے۔ ایک گروہ نے قرآن وحدیث کے ظاہری مفہوم کو اپنانا ضروری سمجھا اور سلف صالحین کے عقائد کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ یہ لوگ ان مسائل میں عقل ومنطق کو صرف مخالفین کے رد میں یا مزید اطمینان قلب کے لیے استعمال کرتے تھے، نہ کہ بنیادی عقائد کی بنیاد بنانے کے لیے۔ یہی طبقہ "اہل السنۃ" کہلاتا ہے۔ دوسرا گروہ تاویل اور تاویلی اجتہاد کا قائل ہوا، اور جب بھی انہیں کوئی نص اپنے گمان میں اصولِ عقلیہ کے خلاف نظر آئی، تو انہوں نے اسے تاویل کے ذریعے اپنی عقل کے مطابق بنانے کی کوشش کی۔

---

[17] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج1، ص82
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p. 82

[18] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج1، ص141
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p. 141

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

غیر صریح مسائل

یہ وہ مسائل ہیں جن پر قرآن وحدیث نے صریح گفتگو نہیں کی اور نہ ہی یہ مشہور احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ان امور پر صحابہ کرام نے گفتگو نہیں کی، لیکن بعد میں اہلِ علم کے مختلف گروہ ان میں مناقشہ کرنے لگے۔شاہ ولی اللہ کے نزدیک ایسے مباحث میں پڑنا ہی اصل گمراہی کا سبب بنتا ہے۔وہ فرماتے ہیں: اگر تم خالص سنت چاہتے ہو، تو وہ یہی ہے کہ ان امور میں الجھنے سے گریز کیا جائے، جیسا کہ سلف صالحین نے ان مسائل میں گفتگو نہیں کی۔"

شاہ ولی اللہ کا منفرد کلامی اسلوب

شاہ ولی اللہ کی فکری جدت اور کلامی انداز ان کے طرزِ بیان میں بھی نمایاں ہے۔وہ عقائد کو فلسفیانہ اور منطقی دلائل کے بجائے انسانی فطرت، تجربہ اور بدیہی اصولوں کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ان کے نظریات میں معروفات اور منکرات کا وہ تصور کار فرما ہے جسے قرآن مجید بنیاد بنا کر اپنی دعوت پیش کرتا ہے۔وہ کسی بھی نظریے یا عقیدے کو محض اس بنیاد پر ثابت کرتے ہیں کہ وہ انسانی عقل و فطرت کے قریب اور تمام معاشروں میں یکساں طور پر قابلِ قبول ہے۔

شبلی نعمانی، شاہ ولی اللہ کے اس خاص اسلوب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مذہب دو چیزوں سے مرکب ہے: عقائد اور احکام۔شاہ ولی اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مذہب کے دوسرے حصے، یعنی احکامِ شریعت، پر تفصیلی کتاب لکھی، جبکہ ان سے قبل علمِ کلام کی تمام تصانیف صرف عقائد کے بیان تک محدود تھیں۔

شاہ ولی اللہ کا شریعت کو معجزہ قرار دینا

شاہ ولی اللہ اپنی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" کے دیباچے میں شریعت کی اعجازیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں": جس طرح آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید کا معجزہ عطا کیا گیا تھا، جو کسی عجم و عرب سے جواب طلب نہ کر سکا، اسی طرح آپ ﷺ کو ایک شریعتِ کاملہ بھی دی گئی تھی، جس کا وضع کرنا انسانی عقل کی استطاعت سے باہر ہے۔لہٰذا، جیسے قرآن کے معجزہ ہونے پر مستقل تصانیف لکھی گئیں، ویسے ہی شریعت کے اعجاز پر بھی ایک مستقل کتاب لکھنا ضروری تھا۔"شاہ ولی اللہ نے علم الکلام میں ایک منفرد اور متوازن اسلوب اختیار کیا۔انہوں نے محض فلسفیانہ اور منطقی استدلالات پر انحصار کرنے کے بجائے، قرآنی معروفات، فطرتِ انسانی اور عقلِ سلیم کو بنیاد بنایا، اور عقائد کی صداقت کو فطری دلائل کے ذریعے ثابت کیا۔ان کی فکر میں اعتدال، وسعتِ نظر، اور تحقیقی گہرائی نمایاں ہے، جس نے انہیں علم الکلام کے میدان میں ایک منفرد مقام عطا کیا، اور جب مزید وضاحت کی ضرورت پیش آئی (اور یہ مسائل چھیڑے گئے)[19]

- نہیں ہے ہر وہ بات جو ان لوگوں نے قرآن وحدیث سے مستنبط کی ہے صحیح یا رائج ہو۔
- اور نہ ہر وہ بات جس کو ان لوگوں نے کسی چیز پر موقوف سمجھا اس کا موقوف ہونا مسلم ہو
- اور نہ ہر وہ بات جس کو رد کرنا ان لوگوں کے نزدیک ضروری ہے اس کا مردود ہونا مسلم ہو
- اور نہ ہر وہ مسئلہ جس میں گھسنے سے وہ لوگ باز رہے ہیں، اس کو دشوار خیال کرتے ہوئے وہ حقیقت میں دشوار ہو
- اور نہ ہر وہ تفصیل و تفسیر جو لوگ لائے ہیں، دوسرے لوگوں کی تفصیل و تفسیر سے زیادہ حقدار ہو۔

اور اس بات کی وجہ سے جو ہم نے پہلے ذکر کی ہے کہ آدمی کا سنی، یعنی اہلِ حق ہونا، قسمِ اوّل کے مسائل کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے، جبکہ قسمِ دوم کے مسائل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔اس لیے آپ دیکھیں گے کہ اہلِ حق آپس میں مختلف ہوئے ہیں۔دوسری قسم کے مسائل میں کئی اختلافات شامل ہیں، جیسے اشاعرے اور ماتریدیہ کے باہمی اختلافات۔ہر زمانے میں ماہر علماء ایسی باریک باتوں پر بحث کرتے رہے جو طریقۂ سنت کے خلاف نہ ہوں، خواہ اگلے لوگ ان کے قائل نہ ہوں۔عنقریب آپ مجھے دیکھیں گے جب راہیں اور طریقے لوگوں کو جزئیات میں مختلف کر دیں گے، اور گھروں اور پانی پینے کی جگہوں میں بھی لوگ فروعات میں تقسیم ہو جائیں گے۔تب میں واضح راستہ اختیار کروں گا، اور مضبوط شاہراہ کے بالکل بیچ میں چلوں گا، بالکل بھی اطراف یا کناروں کی طرف نہیں مڑوں گا، اور اصول سے نکالی گئی جزئیات اور تفریحات سے بہرہ بن جاؤں گا۔یعنی اختلافی مسائل میں میانہ روی اختیار کروں گا، افراط و تفریط سے بچوں گا، اور کسی کی تقلید نہیں کروں گا۔

یوں شاہ صاحب نے نہایت انصاف اور اعتدال سے مختلف فرقوں کے باہمی اختلاف میں صحیح رائے قائم کرنے کیلئے روشن اصول بیان کر دیئے ہیں۔شاہ صاحب مسائل اجتہادیہ میں علماء کے اختلاف کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہوئے تحقیق کو اہل علم کا حق سمجھتے ہیں۔علاوہ ازیں اگر اس نوع کی کوئی بات ضمناً چھڑ جائے تو

---

[19] شمس الرحمن محسنی، شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور، 1946، ص 112
Shamsur Rahman Mohsini, Shah Waliullah ke Imrani Nazariye, Sindh Sagar Academy, Lahore, 1946, p. 112.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مسائل اجتہادیہ سے بحث کرنااور ان میں حق سے زیادہ قریب کی تحقیق کرنااہل علم کیلئے کوئی انوکھی بات نہیں ہے اور نہ ہی میرا مقصد ان علماء میں سے کسی پر اعتراض کرنا ہے، میرا ارادہ اصلاح ہی کا ہے، جہاں تک میرے بس میں ہے اور مجھے اس کی توفیق اللہ کی مدد ہی سے ہوسکتی ہے، انہی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور انہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اور سنو! میں ہر اس بات سے بری ہوں جو کتابِ اللہ کی کسی آیت، یا یارِ رسول اللہ ﷺ کی کسی معمولی حدیث، یا ان قرون کے اجماع کے خلاف ہو جن کے لیے خیریت کی گواہی دی گئی ہے، یا اس رائے کے خلاف ہو جسے جمہورِ مجتہدین اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم نے اختیار کیا ہو۔ پس اگر ایسی کوئی بات نکل گئی ہو تو وہ ایک غلطی ہے، اور اللہ اس شخص پر رحم کرے جو ہمیں غفلت کی اونگھ سے بیدار کرے اور ہماری کمزوریوں پر تنبیہ کرے۔ جہاں تک وہ لوگ ہیں جو متقدمین کے کلام سے تخریج واستنباط کرتے ہیں، اور مناظرہ ومجادلہ کی راہ اپناتے ہیں، تو لازم نہیں کہ ہم ان کی ہر بات سے اتفاق کریں۔ ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں، اور معاملہ ہمارے اور ان کے درمیان کنویں کے ڈول کی مانند ہے۔

یہ وہ بنیادی اور ضروری مباحث ہیں جو شاہ صاحب نے اپنی کتاب کے آغاز میں اپنے کلامی مبادیٰ اور اصولوں کے طور پر بیان کیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ ولی اللہ میں بعض ایسی امتیازی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو تاریخ اسلام میں کم ہی کسی ایک شخصیت میں یکجا ملتی ہیں۔ وہ بیک وقت حکیم ومتکلم، مفسر ومحدث، اور مجتہدِ فقہ بھی تھے۔ علمِ تصوف پر ان کی گہری نظر تھی، اور ایک عالمِ نفسیات کی مانند وہ انسانی نفس کی باریکیاں بخوبی جانتے تھے۔ عملی طور پر وہ ایک مرتاض صوفی اور صاحبِ مسندِ ارشاد بزرگ تھے۔ دینی علوم کے علاوہ، حکمتِ عملی پر بھی انہیں خاص مہارت حاصل تھی، جسے آج عمرانیات کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے اپنی کتابوں میں اجتماعی، معاشی، تاریخی اور سیاسی مسائل پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔[20]

شاہ ولی اللہ کا کلامی منہج محض فکر وفلسفہ کی گتھیاں سلجھانے یا عقلی پیچیدگیوں کی تردید وبیان تک محدود نہیں، بلکہ فکر کو عمل کی جانب مائل کرتا ہے۔ احکامِ دینیہ کی حکمت عملی کی تشریح، جو ان کا خاص موضوع ہے، فرد اور معاشرے کی ایسی تنظیم پر مشتمل ہے جس کے ذریعے زندگی کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اصلاح پیدا ہوتی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کسی عمل، خلق یا عقیدے کی خوبی اس انداز سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ عام افراد میں، چاہے مشرق ہوں یا مغرب، عرب ہوں یا عجم، یکساں پایا جاتا ہے۔ شاہ صاحب کا یہ فکر حکمت کا ایک نفیس معدن ہے، جس کی روشنی میں عام مصنفین کی کتابیں خالی معلوم ہوتی ہیں۔ الغرض، شاہ صاحب کے اس اجتماعی فکر کے سبب طالب علم حسن وقبح جیسے فلسفیانہ اور پیچیدہ مسائل سے بڑی آسانی سے باہر نکل سکتا ہے اور قیاس آرائیوں کی بجائے عملی زندگی میں "حسن" کی تخلیق اور "حج" کی ادائیگی میں مصروف عمل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ، سب سے پہلے وہ اپنی نفس کی تہذیب کرے، پھر اپنے گھر کے نظام کو درست انداز میں چلائے، اس کے بعد گھر سے محلے، محلے سے شہر، اور پھر شہر سے اپنے ملک کے نظم ونسق میں مشغول ہوسکے گا۔[21]

چنانچہ شاہ ولی اللہ نے اپنے حالات کے تناظر میں جہاں دیگر انعاماتِ الٰہی کا ذکر کیا ہے، وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ حکمت عملی، جس پر اس عہد میں خیر وبرکت کا انحصار ہے، کارساز قدرت نے مجھے اس کا وافر حصہ عطا فرمایا اور یہ توفیق دی کہ میں کتاب وسنت اور سیرتِ ساجہ کی روشنی میں حکمت عملی کے اصول وضوابط کو مدون کردوں۔ اگر حجۃ اللہ البالغہ کو غور وفکر سے پڑھا جائے تو اس میں ایک نمایاں وصف یہ بھی نظر آتا ہے کہ جہاں دینی اداروں یعنی ابواب وفصول کا ذکر ہے، وہاں حکمت عملی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تمام احادیث کو مناسب ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور خاص مواقع پر حدیث کے مآخذ میں حکمت عملی کے کوئی نہ کوئی پہلو بیان کیے گئے ہیں۔ عقائدِ دینیہ کا عقلی اثبات شاہ صاحب سے پہلے بھی کیا جا چکا تھا، لیکن ان کا وہ کارنامہ جو ان سے پہلے کسی نے سرانجام نہیں دیا، یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے پورے فکری، اخلاقی، شرعی اور تمدنی نظام کو ایک مرتب اور جامع صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ ابتدائی تین چار صدیوں میں متعدد آئمہ کرام گزرے جن کے کام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے ذہن میں اسلام کے نظامِ حیات کا مکمل تصور رکھتے تھے، اور بعد کی صدیوں میں بھی ایسے محققین ملتے ہیں جن کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اس تصویر سے خالی

---

20 محمد سرور، پروفیسر، ارمغان شاہ ولی اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1991،، ص4
Muhammad Sarwar, Professor, Armaghan Shah Waliullah, Idara Saqafat-e-Islamia, Lahore, 1991, p. 4.

21 ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021، ص30
Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021, p. 30

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.3 2025

تھے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی جامعیت اور مکمل ترتیب کے ساتھ اسلامی نظام کو بحیثیت ایک مکمل نظام مرتب کرنے پر توجہ نہیں دی۔اسی سلسلے میں شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اور البدور البازغہ دونوں کا موضوع ہی یہی ہے۔[22]

حجۃ اللہ البالغہ میں حکمت عملی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، جبکہ *البدور البازغہ* زیادہ تر نظری اور فلسفیانہ مباحث پر مشتمل ہے۔البدور البازغہ کے متعلق خود شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

> "یہ زیرِ تالیف کتاب ان تفہیماتِ الٰہیہ پر مشتمل ہے جو خدائے مہربان کے فیضانِ عنایت سے پہلے میرے دل پر القاء ہوئیں، پھر زبان پر آئیں، اور پھر سر انگشتوں (ہاتھوں) پر تحریر کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ عصر حاضر کی استدلالی ذہنیت نے تقاضا کیا کہ انہیں برہان و دلیل کے ساتھ پیش کیا جائے۔ میں نے اس کا نام 'البدور البازغہ' رکھا ہے۔[23]"

ان کتابوں میں انہوں نے مابعد الطبیعی مسائل سے آغاز کیا، اور تاریخ میں پہلی بار ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص "فلسفہ اسلام" کو منظم اور مدون کرنے کی بنیاد ڈال رہا ہے۔ حقیقت میں، جو چیز اس نام سے موسوم ہونے کی اہل ہے، اس کی داغ بیل سب سے پہلے شاہ ولی اللہ نے ڈالی ہے۔ اگرچہ اصطلاحات وہی قدیم فلسفہ و کلام یا فلسفیانہ تصوف کی زبان سے لی گئی ہیں، اور غیر شعوری طور پر کئی تصورات بھی وہیں سے مستعار لیے گئے ہیں، جو ایک نئی راہ نکالنے کے لیے طبیعتاً ناگزیر ہے، مگر پھر بھی تحقیق کا ایک نیا دروازہ کھولنے کی یہ بڑی اور زبردست کوشش ہے۔ خصوصاً ایسے شدید انحطاط کے دور میں اتنی طاقتور عقلیت کے حامل انسان کا ظہور بالکل حیرت انگیز ہے۔اس فلسفے میں شاہ ولی اللہ کا یہ کلام نمایاں ہے کہ کائنات اور انسان کے تعلق کی ایسی تصویر پیش کی گئی ہے جو اسلام کے نظام اخلاق و تمدن کے ساتھ ہم آہنگ اور متحد المزاج ہو سکتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، اگر اسے شجرہ اسلام کی جڑ کہا جائے تو جڑ اور اس درخت کے درمیان عقلی اور فطری کوئی تضاد محسوس نہیں کیا جا سکتا۔

حکمت دین اور شاہ ولی اللہ کا کلامی منہج

شاہ ولی اللہ اپنے اصول بیان کرتے ہوئے اس مغالطے اور اشکال کو رفع کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی تحقیقات میں سے بعض آراء ایسی ہیں جن کے متعلق جمہورِ متکلمین سے کوئی قول منقول نہیں۔ اگرچہ انہوں نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ یہ آراء ہرگز شاذ نہیں بلکہ اہلِ علم اور لدنی معرفت کے حاملین ہمیشہ ان کے قائل رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

عنقریب آپ مجھے پائیں گے جب مجھ پر زورِ بیان غالب آئے گا اور میں قواعد تیار کرنے میں بہت زیادہ گہرائی میں اتروں گا۔ تو کبھی ایسا موقع آئے گا کہ میں وہ بات کہوں جو علمائے کلام میں سے جمہور مناظرین نے نہیں کہی، جیسے اللہ تعالیٰ کا شکل و صورت کے ساتھ تجلی فرمانا آخرت کے مواقع میں، اور ایک ایسے عالم کو ثابت کرنا جو مادی نہیں ہے، جس میں معنویات اور اعمالِ جسم اختیار کرتے ہیں۔ ایسی اشکالات جو ان معانی اور اعمال کی حالت سے مشابہت رکھتے ہیں، اور واقعات جو زمین میں پیدا ہونے سے پہلے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ نیز اعمال کا کیفیاتِ قلبیہ (یعنی نیتوں) سے جڑا ہونا اور ان کیفیات کا در حقیقت جزا و سزا کا سبب ہونا، دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی، اور تقدیر مبرم کا قائل ہونا، اور ایسے دیگر مسائل۔"

پس یہ بات جان لیں کہ میں نے ان امور پر دلیری نہیں کی بلکہ اس بنیاد پر کہ آیات و احادیث اور صحابہ و تابعین کے ارشادات ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔ اور میں نے اہلِ سنت کے مخصوص چند بزرگان کو بھی دیکھا ہے جو علم لدنی کے حامل اور ان باتوں کے قائل ہیں، اور انہوں نے اپنی تحقیق و قواعد انہی بنیادوں پر قائم کیے ہیں۔

شاہ صاحب کلامی آراء کے آغاز و اختلاف کے بعد جمہورِ امت کے طرزِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السنتہ در حقیقت علم کلام کے کسی خاص مکتب فکر کا نام نہیں ہے بلکہ جن مسائل میں اہل قبلہ نے اختلاف کیا ہے اور وہ ان مسائل کی وجہ سے متفرق جماعتیں اور علیحدہ علیحدہ گروہ بن گئے ہیں، دین کی بدیہی باتوں کی تابعداری کرنے کے بعد وہ دو قسم کے مسائل ہیں۔ کچھ مسائل وہ ہیں جن کی آیات کریمہ نے صراحت کی ہے اور ان کے ساتھ احادیث سے ثابت ہوئی ہیں (یعنی وہ مسائل صحیح احادیث سے ثابت ہیں) اور ان پر سلف یعنی صحابہ و تابعین چلے ہیں (یعنی وہ ان باتوں کے قائل رہے ہیں) پھر

---

[22] مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ، تجدید و احیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2013، ص 98
Maududi, Maulana Syed Abul A'la, Tajdid-o-Ihya-e-Deen, Islamic Publications, Lahore, 2013, p. 98.

[23] مودودی، سید ابوالاعلی، جدید و احیائے دین، مکتبہ جماعت اسلامی دار الاسلام جمال پور، پٹھانکوٹ، 1984، ص 81
Maududi, Syed Abul A'la, Tajdid-o-Ihya-e-Deen, Maktaba Jamaat-e-Islami, Dar-ul-Islam, Jamalpur, Pathankot, 1984, p. 81

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.3 2025

جب ہر صاحب رائے کا اپنی رائے پر اصرار ظاہر ہوا (یعنی خود رائی کا زمانہ آیا اور راستے لوگوں کو الگ الگ گھاٹیوں میں لے گئے (یعنی وہ مختلف راستوں پر چلے گئے) تو کچھ لوگوں نے کتاب وسنت کے ظاہر کو اختیار کیا اور انہوں نے سلف کے عقائد کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور انہوں نے کچھ پروانہ کی ان مسائل کے اصول عقلیہ کے موافق ہونے کی اور نہ ان کے ان اصول کے خلاف ہونے کی، پھر اگر ان لوگوں نے دلائل عقلیہ سے گفتگو کی تو وہ مقابل پر الزام قائم کرنے کیلئے کی اور ان کو جواب دینے کیلئے کی یا مزید اطمینان قلبی حاصل کرنے کیلئے کی۔ ان دلائل عقلیہ سے عقائد کو حاصل کرنے کیلئے نہیں کی اور یہی حضرات اہل السنۃ ہیں۔ اور ایک قوم تاویل کی طرف اور (نصوص کو) ظاہر سے پھیرنے کی طرف گئی، جہاں بھی وہ عقائد ان کے گمان میں اصول عقلیہ کے خلاف نظر آئے، چنانچہ ان لوگوں نے دلائل عقلیہ سے گفتگو کی، معاملہ (عقائد) کا یقین کرنے کیلئے اور ان کی وضاحت کرنے کیلئے اس طور پر جس طور پر وہ عقائد ہیں (یعنی ان لوگوں نے عقائد کے اثبات کیلئے دلائل عقلیہ سے گفتگو کی) پس اس قسم کے مسائل میں سے ہیں: قبر کا سوال، اعمال کا تلنا، پل صراط پر گزرنا، رویت باری تعالی اور اولیاء کی کرامتیں، پس یہ تمام باتیں کتاب وسنت سے واضح طور پر ثابت ہیں اور ان پر سلف چلتے رہے ہیں، مگر ایک قوم کے گمان میں یہ عن عقائد خلاف عقل محسوس ہوئے (یعنی وہ مسائل ان کی عقل کی سمائی میں نہیں آئے) پس ان لوگوں نے ان عقائد کا انکار کیا یا ان کی تاویل کی۔ اور ان میں سے ایک قوم نے کہا کہ ہم ان باتوں کو مانتے ہیں، اگرچہ ہم ان کی حقیقت نہیں سمجھتے اور نہ ان کیلئے ہمارے نزدیک عقل گواہی دیتی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ہم ان سب باتوں پر ہمارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور ان کیلئے ہمارے نزدیک عقل گواہی دیتی ہے (یعنی وہ مسائل دلائل عقلیہ سے بھی ثابت ہیں) اور دوسری قسم: وہ مسائل ہیں جن کی قرآن کریم نے صراحت نہیں کی، نہ ان کے ساتھ حدیثیں مشہور ہوئیں یعنی احادیث مشہورہ میں بھی وہ باتیں نہیں آئی ہیں اور ان کے سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے گفتگو کی ہے، پس وہ باتیں لپٹی رکھی تھیں پھر آئے کچھ اہل علم پس انہوں نے ان مسائل میں گفتگو کی اور ان میں اختلاف ہوا۔ اور اس دوسری قسم کے متعلق میں درست نہیں سمجھتا کہ وہ ان دو جماعتوں میں سے ایک کو دوسری پر برتر بنادے۔ بایں طور کہ وہ سنت پر یعنی حق پر ہے، یہ بات کیسے ہوسکتی ہے؟ اور اگر آپ خالص سنت یعنی بالکل حق بات چاہتے ہیں تو وہ سرے سے ان مسائل میں نہ گھسنا ہے، جیسا کہ سلف ان مسائل میں نہیں گھسے ہیں۔

حجتہ اللہ کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی دور اندیشی اور بدلتے ہوئے حالات کے عمیق اور حقیقت پسندانہ مطالعہ نے (تائید الٰہی کی مدد سے) یہ دیکھ لیا تھا کہ جلد وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں ایک طرف لوگ احکام شریعت بالخصوص حدیث وسنت کی تعلیمات اور ارشادات نبوی کے حکم واسرار کے سمجھنے کی کوشش کریں گے اور ان کے تمدنی، اجتماعی، معاشرتی اور عملی فوائد معلوم کرنا چاہیں گے، دوسری طرف، وہ دین اور زندگی کے مابین ایک گہرا اور مضبوط رابطہ تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور دینی تعلیمات اور آسمانی ہدایات کو زندگی کے وسیع دائرہ اور انسانوں کے باہمی روابط اور تعلق کے سیاق وسباق (Context) میں سمجھنے اور ان کی افادیت معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔[24]

شاہ ولی اللہ نے وقت کی اس ضرورت کو اپنے خاص فکری اور کلامی منہج کے ذریعے بہت وضاحت اور جامعیت کے ساتھ پورا کیا۔ شاہ صاحب شریعت کو نوع انسانی کے فطری اور خلقی تقاضوں کی تکمیل قرار دیتے ہوئے وہ اس کے مقتضیات پر عمل کو نہ صرف عقلی قرار دیتے ہیں بلکہ اسے انتہائی نافع اور مفید بھی سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب کے مطابق یہ بات بدیہی ہے کہ مخلوقات کی ہر نوع دوسری نوع سے مختلف ہے۔ شاہ صاحب نے عقلی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ انسانوں کو حیوانات ونباتات سے جو امتیاز حاصل ہے اور ان میں جو استعداد میں اور فطری طلب رکھی گئی ہے، وہ زبان حال سے تکلیف شرعی اور ہدایت ربانی کا سوال کرتی ہے، شاہ صاحب اس کو "التلفف الحالی (زبان حال سے بھیک مانگنا اور ہاتھ پھیلانا) کے بلیغ الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں، اس کے ساتھ التلف العلمی (علمی دریوزہ گری) کا اضافہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان کے اندر (عقل ونطق کے علاوہ) دو چیزیں اور ہیں زیادۃ القوۃ العقلیہ "اور" براعۃ القوۃ العملیۃ" اس میں انسان کے اندر صرف قوت عقلیہ اور قوت عملیہ کا وجود ہی نہیں، بلکہ انسان کی فطرت میں ترقی کی جستجو، بلند ہمتی، کمال کی طلب اور ناآسودگی بھی رچی بسی ہوئی ہے۔

شاہ صاحب قوت عقلیہ کی زیادتی اور قوت عملیہ کی برتری کو نوع انسانی کی ممتاز ترین خصوصیات میں شمار کرتے ہیں۔ وہ علوم دینیہ کی صحیح تحصیل (بذریعہ انسان کامل یعنی بطریق نبوت) اور زندگی کو زیادہ بہتر طور پر گزارنے کے لئے "محمد بیرات نافعہ" اختیار کرنے کو انسان کی صورت نوعیہ کا بنیادی تقاضا اور انسانی مزاج میں اعتدال کی تکمیل کیلئے ناگزیر قرار دیتے ہیں۔

---

[24] ابوالحسن علی ندوی، مولانا، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 2012، ج5، ص224
Abu al-Hasan Ali Nadwi, Maulana, Tareekh-e-Dawat-o-Azeemat, Majlis Nashriyat-e-Islam, Karachi, 2012, Vol. 5, p. 224

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

واعلم انه لما كان اعتدال مزاج الانسان بحسب ما تعطيه الصورة النوعية لا يتم الا بعلوم يتخلص اليها از كاهم، ثم يقلده الآخرون وبشريعة تشتمل على معارف الهية، وتدبيرات ارتفاقيه[25]

اور جان لیجئے کہ جب صورت نوعیہ کی دین کے موافق انسانی مزاج کا اعتدال مکمل نہیں ہو سکتا تھا جب تک ایسے علوم کے ذریعے سے جن کی طرف انسانوں میں سے نہایت پاکیزہ انسان (نبی) متوجہ ہو، پھر دوسرے اس کی پیروی کریں اور ایسی شریعت کے ذریعے جو معارف ربانیہ اور تدبیرات نافعہ پر مشتمل ہو) شاہ صاحب دینی ضروریات (اخروی زندگی کی سعادت) اور تمدنی ضروریات دنیوی زندگی کی راحت) کے احساس کی پیدائش کو نوع انسانی کا بنیادی تقاضا قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پس جس طرح یہ بات ہے کہ جب کوئی غور و فکر کرنے والا، حیوانات کی انواع میں سے کسی نوع کو دیکھتا ہے کہ وہ گھاس کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، تو وہ یقین کر لیتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے لئے ضرور کسی ایسی چراگاہ کا انتظام کیا ہو گا، جس میں وافر مقدار میں گھاس موجود ہو، پس اسی طرح اللہ تعالی کی کاریگری میں غور و فکر کرنے والا یقین کرتا ہے کہ وہاں (یعنی نفس الامر میں) علوم کا ایک حصہ ہے، جس سے عقل اپنی حاجت روائی کر سکتی ہے اور اس کا وہ کمال تکمیل پذیر ہو سکتا ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔

شاہ ولی اللہ کا تصور ارتفاقات

شاہ صاحب کے نزدیک انسانی ضروریات میں سے ایک ضروری علم (زندگی گزارنے کے لئے) اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے تدبیرات نافعہ اختیار کرنا ہے۔ انھوں نے ان تدابیر کی نافعیت کے حوالے سے جو دلیل بیان کی ہے اس کی بنیاد بہت سادہ فطری اور بدیہی ہے۔ شاہ صاحب کے مطابق یہ ایسے اصول ہیں جنہیں ہر شخص نے تاریخ انسانی کے ہر دور میں اپنے لئے پسند کیا ہے۔ شاہ صاحب نے تدبیرات نافعہ کے لئے ''ارتفاقات'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ لکھتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا کے آباد علاقوں کا کوئی شہر اور آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک معتدل مزاج اور اعلیٰ اخلاق رکھنے والی امتوں میں سے کوئی امت کبھی ارتفاقات سے خالی نہیں رہی۔ ارتفاقات کے بنیادی اصول ہر زمانے میں انسانوں کے ہر طبقے کے نزدیک تسلیم شدہ ہیں۔ انسانوں کی اجتماعیت ان لوگوں پر سخت نکیر کرتی رہی ہے جو ارتفاقات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ارتفاقات ایسی چیز ہیں جنہیں انسانوں میں معروف ہونے کی وجہ سے بدیہی چیزیں سمجھا جاتا ہے۔ شاہ صاحب ارتفاقات کو نوع انسانی کا بنیادی تقاضا قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق نوع انسانی کا ان ارتفاقات کے سماج کی بنیادی ضرورت ہونے پر اتفاق رہا ہے، وہ دو قسم کے لوگوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

ایک قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنی عقلوں کے ادھورے پن اور مزاجوں میں نقص کے سبب ان نوعی ضروریات کا انکار کریں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جن پر شہوات غالب آجاتی ہیں اگرچہ یہ دل سے ان ارتفاقات کے قائل ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ انسان کو حاصل اس نوعی خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ انسان کو یہ صلاحیت حاصل ہے کہ وہ بدیہی باتوں کو ترتیب دے کر علوم اکتسابی پیدا کرتا ہے یا تجربہ سے اور استقراء سے اپنے علوم کو وسعت دیتا ہے۔ اسی طرح انسان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس امر کو اپنی عقل سے اچھا سمجھتا ہے اس کی تعمیر اور تشکیل چاہتا ہے۔ انسان میں معقل معاد اور عقل معاش دونوں موجود ہیں۔ انسان میں اپنی عقل معاش کو استعمال میں لاتے ہوئے زندگی کو زیادہ بہتر بنانے کی فطری صلاحیت موجود ہے۔ انسانوں میں ایسے عقل مند اور بابصیرت لوگ موجود ہوتے ہیں جو ضروریات زندگی کی بہتر تشکیل کے لئے عمدہ انتظامات اور تدابیر وجود میں لاتے رہتے ہیں۔ اکتسابی علوم کی اسی ترقی سے ابتدائی اور سادہ رہن سہن سے آگے بڑھ کر شہری اور تمدنی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ شاہ صاحب نے سماجی نظم کے چار درجے بیان کئے ہیں۔ ابتدائی درجہ جو دیہی، صحرائی اور کوہستانی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ دوسرا درجہ تمدن کی زیادہ ترقی یافتہ شکل ہے جو شہروں کی صورت میں تشکیل پاتا ہے۔ شاہ صاحب تمدن کا تیسرا درجہ اجتماعی نظم سیاست کو قرار دیتے ہیں۔ چوتھے اور آخری درجہ ملا ملکوں کے باہمی تعلقات اور روابط کی اجتماعی تنظیم پر مشتمل ہے۔ انہوں نے ارتفاقات کے ذیل میں آداب معاش، تدبیر منزل یعنی خانگی زندگی کی تنظیم، انسانوں کے درمیان باہمی معاملات کی تفصیل، نظام حکومت، سربراہ مملکت کے اوصاف، سرکاری عملہ کا نظم و انتظام اور ارتفاق کے چوتھے درجے پر حکومت اجتماعیہ یعنی خلافت کی ضروری تفصیلات ذکر کی ہیں اور اس طرح انہوں نے ایک مکمل عمرانی اور سیاسی نظام کے بنیادی اصول ان کے دلائل کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ شاہ صاحب کے علم کلام کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ ان سے پہلے معاشیات کے بارے میں غور و فکر کرنا فلسفیوں کا دستور نہ تھا، فلسفہ سے مراد یہی کچھ لیا جاتا تھا کہ خیالی اور آسمانی ہاتوں میں سر کھپایا جائے، شاہ صاحب پہلے مفکر ہیں جنہوں

---

[25] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج 1، ص 277
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p.277

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نے فلسفہ معاش کو باضابطہ طور پر اسلامی فلسفہ کے جزو کی حیثیت سے پیش کیا، انہوں نے جو معاشی اصول بیان کیے ہیں وہ نہ تو سرمایہ دارانہ ہیں اور نہ اشتراکی بلکہ وہ خالصتاً اسلامی ہیں اور قرآن وحدیث سے ماخوذ۔[26]

شاہ صاحب کے معاشی افکار کا ایک اصول اقتصادیات میں توازن اور مساوات کی اہمیت بتاتا تھا۔ شاہ صاحب کے مطابق اگر کسی قوم میں تمدن کی مسلسل ترقی جاری رہے تو اسکی صنعت وحرفت اعلی کمال پر پہنچ جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر حکمراں جماعت آرام وآسائش اور زینت وتفاخر کی زندگی کو اپنا شعار بنالے تو اسکا بوجھ قوم کے کاریگر طبقات پر اتنا بڑھ جائے گا کہ سوسائٹی کا اکثر حصہ حیوانوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گا۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کر دیا جائے۔ اسوقت وہ گدھوں اور بیلوں کی طرح صرف روٹی کھانے کے لیے کام کرینگے جب انسانیت پر ایسی مصیبت نازل ہوتی ہے تو خدا تعالی انسانیت کو اس سے نجات دلانے کے لیے کوئی راستہ ضرور الہام کرتا ہے یعنی ضروری ہے کہ قدرت الٰہیہ انقلاب کے سامان پیدا کر کے قوم کے سر سے اس ناجائز حکومت کا بوجھ اتار دے۔[27] شاہ صاحب نے اجتماعی نظم کو نقصان پہنچانے والی بعض مذموم شکلوں اور غیر اخلاقی ذرائع معاش کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔

كلما رقت النفوس، وامعنت في حب اللذة والرفاهية تفرعت حواشي المكاسب واختص كل رجل بكسب لاحد شيئين۔

(جب طبیعتوں میں نزاکت، حد سے زیادہ لذت پسندی اور غیر معمولی خوشحالی پیدا ہو جائے تو طرح طرح کے ذیلی پیشہ وجود میں آجاتے ہیں اور ہر شخص کسی ایک پیشے میں اجارہ داری حاصل کر لیتا ہے) انہوں نے ان چند لفظوں میں دروجدید کے پیدا کردہ معاشی مسائل کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

شاہ صاحب کی تصنیف البدور البازغہ میں موجودات کائنات کے ظہور کے حوالے سے بہت اہم مباحث موجود ہیں۔ اس تصنیف میں کائنات کی اشیاء کے صوری ونوعی ارتقاء کا گہرا تجزیہ کیا گیا ہے، اور عقل واستدلال کی بنیاد پر نوعِ انسانی کی برتری کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے فلسفہ کائنات میں کائنات کے صادر اول اور مبدا و معاد کے حوالے سے بہت اہم عقلی دلائل پیش کیے ہیں۔ کائنات کے جملہ مظاہر میں پائی جانے والی رنگارنگی اور اختلاف نوعی و کیفی کی حقیقت اور ان کے درمیان پائے جانے والے ربط و نظم اور وحدت علم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

جب علم کی ترقی ہوتی ہے تو یہ خیال خود بخود زائل ہو جاتا ہے اور جیسے جیسے کسی کا علم بڑھتا ہے اس کیلئے ازدیاد یقین کا موجب ہوتا ہے کہ ان سب اجرام فلکیہ میں ایک ہی نظام کار فرما ہے۔ دنیا میں کوئی بھی (مہذب و تعلیم یافتہ) قوم ایسی نہیں جس کے علوم میں عالم کون و مکان کی وحدت نظام اور تدبیر واحد کا اعتراف (شعوری یا غیر شعوری طور پر نہ پایا جاتا ہو۔[28]

شاہ صاحب کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ عام مشاہدہ ہے کہ کائنات کا نظام مختلف اثرات اور قوتوں کے زیر اثر نہیں بلکہ ایک واحد اور مستقل قوت کے ساتھ وابستہ ہے۔ پس فلاسفہ اور ارباب برہان اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جملہ کائنات جو ہمارے مشاہدے اور عقلی تجربے کی زد میں ہے۔ ان سب میں ایک ہی نظام کار فرما ہے اور اس رابطہ جامعہ کے دائرہ عمل سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے یورپی عقلیین اور تجربین کے درمیان پائے جانے والے تاریخی تنازعہ کو بہت وضاحت سے حل کیا ہے۔ شاہ صاحب کی اس رائے سے ان کی فطری ذکاوت، ذہنی بلندی، فکر کی وسعت اور عمق کا اندازہ ہوتا ہے کہ کانٹ سے کم از کم تیس سال پہلے انہوں نے عقل اور تجربے دونوں کو ذریعہ علم قرار دیا ہے۔ انہوں انواع عالم کے تذکرہ کے بعد نوع انسانی کو حاصل اس خاص امتیاز کہ وہ دیگر انواع کے مقابلے میں عقلی اور تجربی طور پر علم کے نئے افق دریافت کرتا ہے پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ شاہ صاحب کی اس بحث سے ان کے نباتات، حیوانات اور نوع انسانی کے متعلق وسیع اور عمیق مطالعہ اور طبیعی علوم سے واقفیت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ انسانی احوال کے بیان میں نوع انسانی کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے انسان کو حاصل صلاحیت اور ذرائع علم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

---

[26] ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021، ص26
Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021, p. 26.

[27] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج1، ص459
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p.459

[28] شاہ ولی اللہ، دہلوی، البدور البازغہ، ترجمہ، قاضی مجیب الرحمن، مطبوعات، لاہور، 2000، ص36
Shah Waliullah Dehlavi, Al-Budur Al-Bazighah, Translated by Qazi Mujeeb ur Rahman, Matbooat, Lahore, 2000, p. 36

توليد العلوم الكسبية من ترتيب المقدمات البديهية، أو من التجربة، والاستقراء والحدس[29]

(نوع انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ)وہ بدیہی باتوں کو ترتیب دے کر اور تجربہ سے اور استقراء اور ذہانت (عقل)سے علوم اکتسابی پیدا کرتا ہے)

شاہ ولی اللہ نظام کائنات کے حوادث اور واقعات کی تعلیل و تعیین کے حوالے سے ان علوم کے مقابلے میں وحی و نبوت سے حاصل شدہ علم کا تفوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔''فلاسفہ اور اہل معقول کے مقابلہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے متبعین کا نظریہ زیادہ واضح اور روشن ہے۔ان کے نزدیک روز مرہ کے حقائق اور واقعات عالم کا ظہور مشیئت قاہرہ اور قضاء وقدر کی وحدانی تدبیر کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے (سر مو تفاوت نہیں) جس طرح حیوانات کے بچے اپنی ماؤں کے ساتھ پیوست رہتے ہیں۔[30]

کائنات میں کار فرما قوتوں کی اقسام اور اسباب و مسببات(Cause and Effect)کے قیام اور تخلیق کائنات کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ مجموعہ کائنات کا ذاتی تقاضا یہ ہے کہ اس میں تین قسم کی قوتیں اور ان کے موضوعات اور اجسام واعضاء ہوں۔

پہلی قسم وہ طبیعی قوتیں (Physical Powers) ہیں جو اس کے مختلف اعضاء اور حصوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ دوسری قسم وہ قوائے ادراکیہ (Faculty of Perception)ہیں جو موجود کل کائنات) کی جسمانی قوتوں میں داخلی سریان کے طور پر نہیں بلکہ خارجی (طرین) کے طور پر ودیعت رکھی گئی ہیں۔ تیسری قسم وہ البیاتی قوتیں(Spiritual or Theological Powers)ہیں جو عالم جبروت کی ہستیوں میں ودیعت کی گئی ہیں ان میں سے قضاء وقدر بھی ہے۔جب ان قوتوں نے جداگانہ طور پر مستقل ہستی یا وجود اختیار کیا اور جبلی ہم آغوش اور فطری تلازم کی وجہ سے ان پر ان کے مناسب حال احکام ظاہر ہونے شروع ہوئے اور ان کے خواص آثار ایک دوسرے کے اندر داخل مزاج اور ان کے احکام ایک دوسرے کے دائرہ وجود میں شامل ہونے لگے۔اس صورتحال میں ان قوتوں کے آثار و خواص میں تصادم اور ٹکراؤ ہوا اور وجود الہی نے (جوش رحمت میں آکر) ان پر فیض فرمایا اور انہیں افلاک و عناصر کی صورتوں سے نوازا اور ان میں سے ہر ایک کیلئے جداگانہ احکام مرتب کئے۔ بعد ازاں افلاک وعناصر کے احکام اور خاصیتوں میں تصادم واتصال کا دور شروع ہوا جس کے نتیجہ میں (باری تعالی کی مہربانی سے موالید (آسمان وزمین کے اندر مخلوقات)معدنیات وجمادات اور نباتات وحیوانات وغیرہ) کو پیدا کیا گیا۔

مغربی فلاسفہ کے مقابلہ میں شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کائنات کی خاص بات یہ ہے کہ وہ فطرت اور کائنات کی فقط مادی تشریح نہیں کرتے بلکہ نہایت یقین کے ساتھ اور بہت معقول انداز میں کائنات کے طبیعی، ذہنی و نفسی اور روحانی حقائق کا اظہار کرتے ہیں جو محض علتوں کے مسلسل دور کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک صاحب ارادہ واختیار ذات سے ظہور پذیر ہے۔شاہ صاحب جوہر اور عرض کی فلاسفہ کی جانب سے کی گئی تعریف کے مقابلے میں یہ تعریف بیان کرتے ہیں۔''فلاسفہ کے بر عکس ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ حقیقت فی نفسہ ایک ہی ہے مگر اس کا ظہور دو صورتوں میں ہوتا ہے جب وہ اپنے وجود کے اصل لباس میں جلوہ گر ہوتی ہے تو اس وقت اسے جوہر'' کہا جاتا ہے اور جب وہ دوسرے وجود کے لباس میں رونما ہوتی ہے تو اس وقت اسے ''عرض'' کہا جاتا ہے۔''

شاہ صاحب کے مطابق کائنات پر کافی غور وخوض کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ایک نفس کلیہ'' ہے جو تمام موجودات کا منبع و مخزن ہے۔ساری اشیاء اس سے پھوٹ کر نکلتی ہیں اور کائنات میں پھیل جاتی ہیں۔شاہ صاحب کے نزدیک یہ نفس کلیہ بطریق ابداع ذات حق سے صادر ہوا ہے یعنی نفس کلیہ اور ذات السی کے درمیان جو نسبت ہے، وہ''ابداع" کی نسبت ہے۔ابداع کے معنی ہیں کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ بالفاظ دیگر، بغیر مادہ کے کوئی چیز تخلیق کرنا۔ ظاہر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ذات حق اس عالم سے دور ہے۔اب دیکھنا چاہئے کہ "طریق ابداع کیا ہے ؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مبدع اور مبدع کے درمیان جو علاقہ یا نسبت ہے وہ ایسی نہیں کہ اسے اس جہان کی کسی چیز سے مثال دے کر سمجھایا جاسکے۔ یہ نسبت مادی نہیں کہ مبدع میں اس کی طرف اشارہ کیا جائے اور نہ ابداع کی یہ نسبت مبدیع اور مبدع میں اس قسم کی وحدت پر دلالت کرتی ہے کہ جس کی بنا پر کہا جاسکے یہ سابق اور دو لاحق اور یہ کہ یہ اعتبار زمانہ اسے تقدم اور اسے تاخر حاصل ہے۔شاہ صاحب کے نزدیک اس مسئلہ

---

[29] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج1، ص261
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p.261

[30] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018، ج1، ص82
Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha, Zam Zam Publishers, Karachi, 2018, Vol. 1, p.37

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.3 2025

میں تحقیق یہ ہے کہ ابداع سے مراد ایک ایسی نسبت ہے جس کی حقیقت (انیت) تو معلوم ہے لیکن کیفیت نامعلوم اور عقل اس کے ادراک سے عاجز ہے۔اس کائنات کے نفس نفس کلیہ ''اور ذات باری تعالی (بالفاظ دیگر مبدع اور مبدع) کے درمیان بے شک ایک وحدت پائی جاتی ہے مگر یہ وحدت فی نفسہ حقیقی نہیں۔ عقل انسانی کی نفس کلیہ (وجود منبسط) تک رسائی تو ہو سکتی ہے لیکن اس سے ماوراء بڑھنے کی اس میں نہ تاب ہے نہ سکت۔[31]

عقل، نفس کلیہ اور اللہ تعالی کے درمیان جو نسبت ہے جسے ابداع سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کو سمجھنے سے صریح عاجز ہے اور دونوں کے درمیان کوئی امتیاز کوئی حد فاصل قائم کرنے پر قادر نہیں۔اس لئے بعض اوقات مبدع اور مبدع (ذات باری تعالی اور نفس کلیہ) کو ایک ہی شئے سمجھا جاتا ہے۔

شاہ صاحب کے نزدیک عالم جسمانی کو اپنی تمام تر وسعت کے باوجود محض ایک جسم ہی تصور کیا جائے جو بجائے خود ایک مستقل حیثیت کا حامل ہے۔اس میں پائے جانے والے اجسام کی حالت بعینہ سمندر اور اس کی موجوں کی مانند ہے۔ یہ جسم ایک مخصوص طبعی تقاضہ کرنے والی قوت کو شامل ہے جو جسم کے تمام حصوں کو اپنی مناسب صورتوں (Form) میں تبدیل کرتی رہتی ہے اس کا نام "طبیعت کلی'' ہے۔انسان کی مانند یہ وسیع جسم بھی اپنے اندر ایک روح کا حامل ہے جسے نفس کلی'' کہا جاتا ہے مختلف اجسام میں پائی جانے والی ارواح کا اس بڑی روح سے وہی تعلق ہے جو انسان کے سننے دیکھنے اور سوچنے کی قوتوں کا اس کی روح سے ہے، اس عظیم تر جسم کو اپنی تمام قوتوں کے ساتھ " شخص اکبر" کہا جاتا ہے۔ شخص اکبر شاہ صاحب کی مخصوص اصطلاح ہے جسے وہ کائنات کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک کائنات کے ظہور سے متعلق مفصل علم انسان کی عقل میں نہیں آسکتا اور نہ ہی کوئی انسانی زبان ان حقیقتوں کو اصلی شکل میں بتا سکتی ہے۔ کائنات کی پیدائش کے لیے کوئی مادہ تجویز کرنا ممکن نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کے ایک ارادے یا حکم کی پیداوار ہے جسے ترقی دے کر بشکل کائنات مکمل کر دیا گیا ہے "یعنی کائنات بطریق ابداع وجود میں آئی ہے، بغیر مادے کے فقط حکم سے پیدا کرنے کا نام ابداع ہے۔[32]

اس پورے کائناتی نظام کو ایک زبردست اندازہ مقرر کرنے کے بعد خاص نظام کے مطابق چلایا جا رہا ہے اگر اس بڑے نظام کائنات کو تحلیل کیا جائے (یعنی اس کے اجزا بنا کر دیکھے جائیں) ''تو جنس الاجناس'' کا ایک قانون نکلے گا۔اس کے بعد ہر جنس کے۔ لیے علیحدہ علیحدہ قانون ہو گا۔انسانی نوع کے لیے جو قانون ہے، اسے "شریعت'' کہتے ہیں چنانچہ شریعت ساری کائنات کی تقدیر کے نیچے ''نوع انسانی'' کی تقدیر یا اس کے لیے قانون ہے۔اگر یہ کائنات ایک نظام ہے اور ایک تدبیر کے ماتحت ہے تو اس کائنات کے ایک جزو کا قانون یا تقدیر کائنات کے باقی اجزاء کی تقدیر سے ٹکرا نہیں سکتی۔ ٹکراؤ جو پیدا ہوتا ہے وہ اس لفظ کی پوری حکمت اور پورے معنی نہ سمجھنے کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔[33]

شعور اور مادہ ذہن اور جسم) کے حدوث اور باہمی تعلق کی وضاحت شاہ ولی اللہ نے اس طرح کی ہے۔ کائنات کا صدور ذات بحت (ذات باری) سے ہوا ہے لیکن اس شرط سے کہ درمیان میں ایک منزل ہے۔اس کے ذریعے وجود ملتا ہے کیونکہ عالم شہادت اتنا کثیف اور ذات بحت اس قدر لطیف ہے کہ ان کا تعلق ایک درمیانی واسطے مرتبہ عقل سے ہوتا ہے۔پہلے مرتبہ معقل صادر ہوا تو اس کے بعد عالم شہادت پیدا ہوتا ہے۔

درج بالا عبارت سے اس بات کی تصریح ہوتی ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک شئے اور ذہن میں ذہن کو اولیت حاصل ہے۔ شاہ صاحب کی اس تشریح سے ڈیکارٹ کے فلسفہ میں پائی جانے والی روح اور مادہ (شعور اور جسم) کے درمیان تعلق کی نوعیت کا تاریخی مسئلہ بھی بہت عمدگی سے حل ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب کے مطابق کائنات کی تمام اشیاء تجزیہ اور عقل کے بعد دو حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔

1. مادی
2. غیر مادی

---

31 شاہ ولی اللہ دہلوی، *الفوز الکبیر فی اصول التفسیر*، مکتبہ برہان، دہلی، 2010، ص45-
Shah Waliullah Dehlvi, Al-Fauz Al-Kabeer fi Usool al-Tafseer, Maktaba Burhan, Delhi, 2010, p. 45.

32 ظفر الاسلام اصلاحی، شاہ ولی اللہ کی سیاسی فکر، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنو، *2013، ص135*
Zafarul Islam Islahi, Shah Waliullah ki Siyasi Fikr, Darul Uloom Nadwatul Ulama, Lucknow, 2013, p. 135.

33 ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021، ص39
Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021, p. 39

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مادی اشیاء مادے سے بنی ہیں جب کہ مادہ اصل میں غیر مادی الاصل ہے۔ کائنات میں چند قوتیں کارفرما ہیں جو بالآخر مادی شکل میں ظاہر ہو جاتی ہیں، یہ تمام قوتیں بھی اصل میں ایک ہی قوت کے مظاہر ہیں۔ شاہ ولی اللہ کی اصطلاح میں مادہ اصل میں ''قوت رحمانیہ'' کی تخلیق ہے۔ اس لیے تمام اشیاء خواہ وہ مادی ہوں یا غیر مادی ان کا ایک ہی منبع ہے۔ یہ ہے وہ وحدت جو کائنات میں حقیقی طور پر پائی جاتی ہے۔[34]

یوں شاہ ولی اللہ نے وحدت اور کثرت کے مسئلہ کی بھی بہت بے غبار تشریح کر دی ہے۔ طبیعیات کے جدید ترین تصورات کے تحت مادہ اور توانائی کے باہمی انتقال (Conversion)، توانائی کو کائنات کی اصل قرار دینے اور توانائی کے اتحاد (Unification of Forces) کی مسلسل جستجو کے جدید طبیعیاتی پس منظر میں شاہ صاحب کے یہ نظریات بہت معنی خیز ہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک کائنات کی پیدائش کیلئے کوئی مادہ تجویز کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ یہ خدا کے ایک ارادے حکم کی پیداوار ہے جسے ترقی دے کر بصورت کائنات مکمل کر دیا گیا ہے۔ ''بغیر مادے کے فقط حکم سے پیدا کرنے کا نام ابداع'' ہے۔ اگرچہ ہم کائنات کی پیدائش کے متعلق مادہ معین کر کے نہیں دکھا سکتے لیکن اس کے سوا جو اور چیزیں ہیں وہ اس مادے سے پیدا ہوئی ہیں جو کائنات کے اندر موجود ہے۔ ان (اشیاء) کی حالت کائنات کی سی نہیں ہے کہ ان کے لیے مادے کی ضرورت نہ ہو۔ جو چیز اس مادے سے پیدا ہو جو پہلے سے موجود ہے اس کی پیدائش کا نام ''خلق'' ہے۔ جب ایک مخلوق کے ساتھ بہت سی اور مخلوقات جمع ہوں تو ان کے باہمی ربط کو قائم رکھنے کیلئے ان میں سے ہر ایک کا صحیح مقام مقرر کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح ہر چیز کا صحیح درجہ مقرر کر کے ان سے کام لینے کا نام ''تدبیر'' ہے۔

کائنات کی پیدائش اور نظام کائنات کے ربط و نظم کے مدارج یعنی ابداع، خلق اور تدبیر کو پوری طرح شرح کے ساتھ بیان کرنا شاہ ولی اللہ کے فلسفے کا خاص حصہ ہے۔ غالباً شاہ ولی اللہ سے پہلے کسی مفکر نے ان کمالات الٰہیہ کو اس قدر تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ شاہ صاحب نے "تدبیر" کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے۔ جب مخلوقات کا ایک مجموعہ وحدت اختیار کر لیتا ہے یعنی مختلف چیزیں آپس میں مل کر ایک بن جاتی ہیں تو اس مرکب کی کئی صورتیں ممکن ہوتی ہیں لیکن حکمت عامہ کے اعتبار سے ایک خاص صورت مصلحت کا تقاضا ہوتی ہے۔ اس مجموعے کو اس خاص مصلحت کے مطابق چلانا اور اس میں مصلحت کے مطابق ضروری تصرف کر کے ایسا نتیجہ نکالنا جو اس مصلحت عامہ کے قریب ہو، ''تدبیر'' کہلاتا ہے۔[35]

یہ پورا مجموعہ کائنات اسی تدبیر کے تحت چلتا رہتا ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ کے نزدیک حقیقت میں استیناف امر یعنی کسی پہلے سے طے شدہ پروگرام کے بغیر کسی حادثے کے ظہور کا اصول کائنات میں کارفرما ہی نہیں۔ ذات باری کی عنایت ازلی اس تدبیر اجمالی کا نام ہے جس کو اللہ تعالی نے ابتدائے آفرینش میں انواع کائنات سے متعلق فرمایا ہے اور ہر ایک تفصیلی تدبیر کو جو بعد میں کارفرما ہو اسے اسی تدبیر اجمالی کی شرح سمجھے اور یہ اجمالی تدبیر (ازل و ابد میں) ہمیشہ یکساں رہتی ہے اور اس کا وجود بعینہ انواع کائنات کا وجود ہے اور ان انواع کی صورتیں در حقیقت اس تدبیر کی مختلف صورتیں ہیں جو وقت اور ضرورت کے مطابق ظہور میں آتی رہتی ہیں۔

نوع انسانی کی تقدیر

اس عالم کائنات میں جو چیزیں موجود ہیں، وہ سب ایک تدبیر میں جکڑی ہوئی ہیں اور کوئی چیز اس قاعدے سے باہر نہیں جا سکتی جو قدرت نے اس نظام کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ اس میں علت و معلول کے سلسلے مختلف طریقوں سے جمع ہو گئے ہیں اور ایک نظام بن گیا ہے۔ علتوں کے یہ چھوٹے مجموعے بڑے نظام کے نیچے ہیں اور وہ انہیں آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ جو جی چاہیں نتائج پیدا کریں اور اس طرح علتوں کے دوسرے مجموعے سے ٹکرا جائیں بلکہ علتوں کے سب مجموعوں کے اوپر ایک بالائی نظام ہے جو ان سب کی رفتار مقرر کرتا ہے۔ ''اس غالب اور زبردست بالائی نظام کا نام تقدیر'' ہے۔ باقی تمام انواع کائنات کی طرح نوع انسانی کیلئے بھی تفصیلی ہدایات پر مشتمل ایک مکمل نظام ودیعت کیا گیا ہے جسے نوع انسانی کی تقدیر کہا جاتا ہے۔ نوع انسانی کی یہ تقدیر "شریعت'' ہے۔ تقدیر کی شاہ صاحب کی اس تشریح میں قابل لحاظ بات یہ ہے کہ دیگر انواع کے برعکس نوع انسانی کی تقدیر انسان میں جبلی اور فطری طور پر ودیعت شدہ نہیں بلکہ وہی طور پر بذریعہ نبوت عطا کی جاتی ہے (پورے نظام کائنات میں فقط انسان ایک ایسی نوع کا فرد ہے جو واپنے لئے حکمت و تدبیر سے مقرر کی گئی تقدیر یعنی ''شریعت سے ارادہ واختیار ہونے کے سبب روگردانی کر سکتا اور اپنے اعمال کے بقدر فساد کا باعث بنتا ہے (یہ روگردانی جہالت کے سبب بھی ہو سکتی ہے اور خواہش نفس کے تحت بھی)۔ انسان اپنے دائرہ اختیار وارادہ کو استعمال کرتے ہوئے اس تقدیر سے نفع اٹھا سکتا یا بے

---

[34] شاہ ولی اللہ، دہلوی، سطعات، اکادمیہ شاہ ولی اللہ الدھلوی، حیدر آباد، 1972، بحوالہ شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ص 53

Shah Waliullah Dehlavi, *Sata'at*, Academy Shah Waliullah Dehlavi, Hyderabad, 1972, referenced in Shah Waliullah aur unka Falsafa-e-Kainat, p. 53.

[35] ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021، ص 47

Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021, p. 47

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.3 2025

اعتنائی کر سکتا ہے۔ شاہ صاحب کا پورا نظام فکر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ نوع انسانی کو پیدائشی طور پر حاصل فضیلت کا قیام اور انسان کی کامل سعادت اور شرافت اسی تقدیر پر موقوف ہے۔[36]

نتائج

1. شاہ ولی اللہ نے اسلامی علوم کی بنیاد قرآن وسنت پر رکھی اور اجتہاد کو ضروری قرار دیا۔
2. تقلید کی مخالفت کرتے ہوئے اجتہاد کے دروازے کھلے رکھنے پر زور دیا۔
3. اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لیے دینی، سماجی، اور سیاسی سطح پر تجدیدی نظریات پیش کیے۔
4. مسلمانوں کے زوال کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے احیائے دین کی ضرورت پر زور دیا۔
5. اسلامی معیشت میں توازن، عدل اور مساوات کو بنیادی حیثیت دی۔
6. سودی نظام کی مخالفت اور زکوٰۃ، صدقات، اور فلاحی اصولوں کی اہمیت کو اجاگر کیا۔
7. اسلامی خلافت اور حکومتی نظم ونسق کے حوالے سے رہنمائی فراہم کی۔
8. عادل حکمران کی خصوصیات اور فلاحی ریاست کے خدوخال پر روشنی ڈالی۔
9. فرقہ واریت اور مذہبی تقسیم کے خلاف ایک متحدہ اسلامی فکر کی وکالت کی۔
10. شیعہ سنی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے مفاہمتی نظریات پیش کیے۔
11. اسلامی تصوف کو قرآن وسنت کے مطابق رکھنے پر زور دیا۔
12. روحانی واخلاقی تربیت کو معاشرتی ترقی کا لازمی جزو قرار دیا۔
13. دینی ودنیاوی علوم کے امتزاج کی حمایت کی۔
14. فلسفہ، حدیث، تفسیر، اور فقہ میں گراں قدر علمی کام کیا۔
15. ان کے نظریات نے نہ صرف برصغیر بلکہ پوری مسلم دنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔
16. ان کے افکار آج بھی اسلامی دنیا میں قابل تقلید سمجھے جاتے ہیں۔
17. ان کے نظریات آج کے سماجی، سیاسی، اور اقتصادی چیلنجز کے حل میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔
18. اسلامی ریاست کے قیام اور معاشرتی ترقی کے لیے ان کی فکر آج بھی مؤثر ہے۔

سفارشات

1. موجودہ دور میں اسلامی تعلیمات کو درپیش چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے اجتہاد کو فروغ دیا جائے۔
2. اسلامی فقہ میں جدید مسائل کا حل شاہ ولی اللہ کی فکر کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔
3. نصابِ تعلیم میں شاہ ولی اللہ کے نظریات کو شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل ان کے فکری ورثے سے واقف ہو۔
4. دینی ودنیاوی علوم کو یکجا کر کے ایک متوازن تعلیمی نظام تشکیل دیا جائے۔
5. فرقہ واریت کے خاتمے اور اسلامی اتحاد کے فروغ کے لیے ان کے مفاہمتی اصولوں کو اپنایا جائے۔
6. اسلامی معاشرے میں عدل، مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں کو عملی شکل دی جائے۔

---

[36] ڈاکٹر محمد رضوان، شاہ ولی اللہ اور جدید اسلامی فکر، المعہد الاسلامی، لاہور، 2020، ص 88
Dr. Muhammad Rizwan, Shah Waliullah aur Jadeed Islami Fikr, Al-Mahad Al-Islami, Lahore, 2020, p. 88.

7. سودی نظام کے خاتمے اور زکوٰۃ، وقف، اور اسلامی مالیاتی اصولوں کے فروغ کے لیے اقدامات کیے جائیں۔
8. اقتصادی پالیسیوں میں انصاف اور توازن کو یقینی بنایا جائے تاکہ غربت اور استحصال کا خاتمہ ہو۔
9. اسلامی نظامِ حکومت کے قیام کے لیے شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کو بنیاد بنایا جائے۔
10. حکمرانوں کے لیے عدل، دیانت اور خدمتِ خلق کو لازمی اصول قرار دیا جائے۔
11. شاہ ولی اللہ کے متوازن صوفیانہ نظریے کو فروغ دے کر روحانی و اخلاقی تربیت کو عام کیا جائے۔
12. اسلامی معاشرے میں اخلاقیات اور روحانی تزکیہ پر زور دیا جائے تاکہ اصلاحِ نفس ممکن ہو۔
13. شاہ ولی اللہ کی فکر پر مزید تحقیقی کام کیا جائے اور ان کے نظریات کو جدید تقاضوں کے مطابق پیش کیا جائے۔
14. یونیورسٹیوں اور علمی اداروں میں ان کے افکار پر ریسرچ سینٹرز قائم کیے جائیں۔
15. شاہ ولی اللہ کے نظریات کو جدید سماجی، سیاسی اور اقتصادی مسائل کے حل کے لیے استعمال کیا جائے۔
16. اسلامی ممالک میں پالیسی سازی کے دوران ان کے اصولوں کو مدنظر رکھا جائے۔
17. ان کے فکری اور اصلاحی نظریات کو بین الاقوامی زبانوں میں ترجمہ کر کے عالمی سطح پر متعارف کرایا جائے۔
18. اسلامی دنیا میں ان کی فکر کی روشنی میں ترقی اور اصلاح کے منصوبے تیار کیے جائیں۔

خلاصہ

شاہ ولی اللہ دہلوی برصغیر کے ایک جید عالم، مفکر، اور مصلح تھے، جنہوں نے اسلامی علوم، سیاست، معیشت، اور سماجیات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان کی فکر میں تجدید، اجتہاد، اور اسلامی اصولوں پر مبنی معاشرتی اصلاح کے عناصر نمایاں نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اسلامی معاشرتی اور سیاسی نظام کی تشکیل کے لیے قرآن و سنت کو بنیاد بنایا اور اسلامی علوم کو جدید زاویے سے پیش کیا۔ ان کے مطابق، اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لیے سب سے زیادہ ضروری داخلی تزکیہ، عدل، اور مساوات کا قیام ہے۔ انہوں نے اسلامی ریاست کے نظام، عدل و انصاف، اور حکمرانوں کی ذمہ داریوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ان کی مشہور تصنیف *حجۃ اللہ البالغہ* میں اسلامی شریعت، معیشت، اور فلسفے کے بنیادی اصولوں کی وضاحت موجود ہے، جس میں انہوں نے اسلام کو ایک جامع سماجی نظام کے طور پر پیش کیا۔ شاہ ولی اللہ نے تقلید کی مخالفت کرتے ہوئے اجتہاد کی اہمیت پر زور دیا اور اسلامی فکر میں تنوع اور جدت پسندی کو فروغ دیا۔ وہ اسلامی وحدت اور فرقہ واریت کے خاتمے کے زبردست حامی تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ مسلم معاشرے کی زوال پذیری کی بنیادی وجہ داخلی کمزوری، فرقہ واریت، اور فکری جمود ہے، نہ کہ صرف بیرونی حملہ آور۔ معاشی میدان میں، شاہ ولی اللہ نے دولت کی منصفانہ تقسیم، زکوٰۃ و خیرات کے نظام، اور استحصالی معیشت کی مخالفت پر زور دیا۔ وہ اسلامی معیشت کو عدل اور توازن پر مبنی دیکھنا چاہتے تھے تاکہ غربت اور طبقاتی کشمکش ختم ہو۔ تصوف کے حوالے سے، انہوں نے اسے اسلامی شریعت کے مطابق رکھنے کی تلقین کی اور روحانی و اخلاقی اصلاح کو اسلامی ترقی کا لازمی جزو قرار دیا۔ ان کے نظریات آج بھی مسلم دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہیں، کیونکہ وہ اسلام کو ایک ہمہ گیر اور عملی نظام کے طور پر دیکھتے تھے جو فرد اور معاشرے دونوں کی فلاح و بہبود کو یقینی بناتا ہے۔ ان کی فکر کے مختلف پہلو، جیسے اجتہاد، تصوف، معیشت، اور سیاسی فلسفہ، آج کے دور کے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے قابلِ تقلید ہیں۔

مصادر و مراجع

1. ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021
2. ابوالحسن علی ندوی، مولانا، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 2012
3. شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، 2018
4. ندوی، سید ابوالحسن علی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو، 2011
5. نانوتوی، محمد قاسم، حکمت قاسمیہ، اشرفی بکڈپو دیوبند، 2005
6. علامہ، شبلی نعمانی، علم الکلام اور الکلام، نفیس اکیڈمی اردو بازار، لاہور، 2012
7. سندھی، مولانا عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، مرتب، پروفیسر محمد سرور، بیت الحکمت، دہلی، 1998

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

8. شمس الرحمن محسنی، شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور، *1946*
9. ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات شاہ ولی اللہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2015
10. شمس الرحمن محسنی، شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور، *1946*
11. محمد سرور، پروفیسر، ارمغان شاہ ولی اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1991
12. مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ، تجدید واحیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2013
13. شاہ ولی اللہ، دہلوی، البدور البازغہ، ترجمہ، قاضی مجیب الرحمن، مطبوعات، لاہور، 2000
14. شاہ ولی اللہ دہلوی، *الفوز الکبیر فی اصول التفسیر*، مکتبہ برہان، دہلی، 2010
15. ظفر الاسلام اصلاحی، شاہ ولی اللہ کی سیاسی فکر، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنو، *2013*
16. شاہ ولی اللہ، دہلوی، سطعات، اکادمیہ شاہ ولی اللہ الدھلوی، حیدر آباد، 1972، بحوالہ شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات
17. ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ کائنات، ملک سنز پبلشر، لاہور، 2021
18. ڈاکٹر محمد رضوان، شاہ ولی اللہ اور جدید اسلامی فکر، المعہد الاسلامی، لاہور، *2020*
19. Malik Ghulam Murtaza, Dr., Shah Waliullah aur Unka Falsafa-e-Kainat, Malik Sons Publishers, Lahore, 2021
20. Abu al-Hasan Ali Nadwi, Maulana, Tareekh-e-Dawat-o-Azeemat, Majlis Nashriyat-e-Islam, Karachi, 2012
21. Shah Waliullah Dehlvi, Hujjatullah Al-Baligha*, Zam* Zam Publishers, Karachi, 2018
22. Nadwi, Syed Abu al-Hasan Ali, Tareekh-e-Dawat-o-Azeemat, Majlis Tahqiqat wa Nashriyat-e-Islam, Lucknow, 2011
23. Nanotvi, Muhammad Qasim, Hikmat-e-Qasmiya, Ashrafi Book Depot, Deoband, 2005
24. Allama Shibli Nomani**,** Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Nafees Academy, Urdu Bazar, Lahore, 2012
25. Sindhi, Maulana Ubaidullah, Shah Waliullah aur unka Falsafa, Edited by Professor Muhammad Sarwar, Bait-ul-Hikmat, Delhi, 1998
26. Shamsur Rahman Mohsini**,** Shah Waliullah ke Imrani Nazariye, Sindh Sagar Academy, Lahore, 1946
27. Dr. Mehmood Ahmad Ghazi, Muhazirat Shah Waliullah, International Islamic University, Islamabad, 2015
28. Shamsur Rahman Mohsini**,** Shah Waliullah ke Imrani Nazariye, Sindh Sagar Academy, Lahore, 1946, p. 112_Maududi, Maulana Syed Abul A'la**,** Tajdid-o-Ihya-e-Deen, Islamic Publications, Lahore, 2013
29. Shah Waliullah Dehlavi, Al-Budur Al-Bazighah*,* Translated by Qazi Mujeeb ur Rahman, Matbooat, Lahore, 2000
30. Shah Waliullah Dehlvi**,** Al-Fauz Al-Kabeer fi Usool al-Tafseer, Maktaba Burhan, Delhi, 2010
31. Zafarul Islam Islahi, Shah Waliullah ki Siyasi Fikr*,* Darul Uloom Nadwatul Ulama, Lucknow, 2013, p. 135
32. _Shah Waliullah Dehlavi**,** Sata'at*,* Academy Shah Waliullah Dehlavi, Hyderabad, 1972, referenced in Shah Waliullah aur unka Falsafa-e-Kainat
33. Dr. Muhammad Rizwan**,** Shah Waliullah aur Jadeed Islami *Fikr*, Al-Mahad Al-Islami, Lahore, 2020